نور ہدایت

(کتاب مصباح الشریعۃ)

از

امام جعفر صادق علیہ السلام

ترجمہ: ڈاکٹر محسن نقوی

نورِ ہدایت

ترجمہ مصباح الشریعۃ

از

امام جعفر صادق علیہ السلام

ترجمہ

ڈاکٹر محسن نقوی

اسلامک اوورسیز مطبوعات

نام کتاب ... ... نورِ ہدایت

مصنّف ... ... (ترجمہ مصباح الشریعة)

امام جعفر صادقؑ بروایت حضرت شفیق بلخیؒ

ترجمہ ... ... ڈاکٹر محسن نقوی

کتابت و تزئین ... ... سیّد شبیہ الحسن نقوی

تعداد ... ... ایک ہزار

ناشر ... ... اسلامک اورنٹیشن (مطبوعات)

۱۳/۳۴۳ بی فیڈرل بی ایریا کراچی

فہرست عنوانات

مقدمہ

کتاب مصباح الشریعۃ علمائے کرام کے درمیان ایک مشہور و معروف کتاب ہے جو حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب ہے اگرچہ اس کا مستند ہونا ہر دور میں علماء کے درمیان زیر بحث رہا ہے پھر بھی ایران و لبنان سے یہ متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب مشہور صوفی شقیق بلخی کی تصنیف سمجھی جاتی ہے جنہوں نے امام صادق علیہ السلام کے الفاظ کو قلم بند فرمایا۔

علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۱۱۱ھ) نے بحار الانوار کی پہلی جلد (ص ۱۳) پر اپنی کتاب کے ماخذوں میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف میں مشہور عالم سید علی بن طاؤس کا قول نقل کیا ہے جو انہوں نے "أمان الاخطار" میں تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب کے مستند ہونے پر علامہ مجلسی نے صفحہ ۳۲ پر ان الفاظ میں گفتگو کی ہے ۔

وكتاب مصباح الشريعة فيه مايريب اللبيب الماهر وأسلوبه لايشبه سائر كلمات الأئمة وآثارهم، وروى الشيخ في مجالسه بعض أخباره هكذا: أخبرنا جماعة عن أبي المفضل الشيباني باسناده عن شقيق البلخي عمن أخبره من أهل العلم - هذا يدل على أنه كان عند الشيخ رحمه الله وفي عصره وكان يأخذ منه ولكنه لايثق به كل الوثوق ولم يثبت عنده كونه مروياً عن الصادقؑ وان سنده ينتهي إلى الصوفية ولذا اشتمل على كثير من اصطلاحاتهم

وعلى الروايۃ عن مشائخهم ومن يعتمدون

عليه في رواياتهم والله يعلم۔ (بحار الانوار ج ۱ ص ۳۲)

ترجمہ:۔ کتاب مصباح الشریعۃ میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک عقلمند ماہر کو شک میں مبتلا کرتی ہیں اور اس کا طرز بیان" آئمہ علیہم السّلام کے کلمات و آثار سے مختلف ہے۔ شیخ نے اپنی کتاب مجالس میں اس کی بعض روایات کو یہ کہہ کر نقل کیا ہے "ہمیں ایک جماعت نے ابوالمفضل الشیبانی کے واسطے سے خبر دی اُن کے اُستاد سے، شقیق بلخی سے انہیں جن اہل علم نے خبر دی" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب مصباح الشریعہ اُن کے پاس بھی اور اُن کے زمانے میں رائج تھی نیز شیخ اس سے روایات بھی لیتے تھے لیکن آپ کو نہ اس پر مکمل وثوق تھا اور نہ ہی اسے امام صادقؑ سے روایت شدہ مانتے تھے۔ اس کی سند صوفیہ تک منتہی ہوتی ہے اسی لیے اس میں صوفیہ کی اصطلاحات بہت ہیں اور صوفیاء اپنی روایات میں اس پر اپنے ہی مشائخ سے مروی ہونے پر اعتماد کرتے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

علامہ محسن الامین عاملی اپنے وقت میں "علم رجال" کے بہت بڑے ماہر گزرے ہیں، انہوں نے انسائیکلوپیڈیا کی طرح کی کتاب اعیان الشیعہ لکھی ہے (۵۲ جلدیں) اس کی جلد ۴ قسم ۲۔ ص۵۲ طبع بیروت ۱۹۶۰ء میں انہوں نے اس کتاب کے بارے میں بہت سے علماء کی آراء لکھی ہیں۔

خاتمۃ المحدثین علامہ حسین نوری نے مستدرک الوسائل کے مقدمات میں اس پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ اور اس کے مندرجات کا آئمہ علیہم السّلام کی تعلیمات سے موافق ہونا ظاہر ہے سوائے بعض مندرجات کے سب ہی درست ہے۔

ان تمام آراء کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ اس کتاب پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ اس کے مندرجات آئمہ علیہم السّلام کے کلمات وارشادات میں بکھرے پڑے ہیں۔

اس کتاب میں کل ۱۰۷ احادیث ہیں جو نوانوے ابواب میں پھیلی ہوئی ہیں مختلف

۲۱۔ آنحضرتؐ کے ایک صحابی جن کے نام کی وضاحت نہیں۔ ۲

(۱)
(۲)

۲۲۔ اہل بیت میں سے ایک فرد ۱

نام کی وضاحت نہیں

۲۳۔ دنیا کی صفات پر باب ۵۶ میں کوئی حدیث نہیں۔

۲۴۔ اس میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک بند نقل ہوا ہے باب تفویض

۲۵۔ صرف ایک حدیث ایسی ہے جس کے بارے میں مصنف نے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے

اور اس کی سند یوں نقل کی ہے۔

امام صادقؑ۔ سلمان فارسی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ حدیث باب۱ میں آئی ہے

۲۶۔ پوری کتاب میں آیاتِ قرآنی کے ۸۸ حوالے آئے ہیں، جن میں سے بعض مکرر ہیں لیکن

ایک بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ باب۴۲ میں سورہ طٰہ (۲۰) کی آیت ۸۴ یوں نقل

ہوئی ہے۔

وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّي لِتَرْضٰى جبکہ قرآن میں اصلاً رَبِّي کی بجائے "رَبِّ"

ہے۔ اے پروردگار میں تیری طرف جلدی اس لیے آیا تاکہ تو مجھ سے راضی ہو جا۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ احقر نے اس وقت کیا تھا جبکہ محترم و مکرم آقائے فضل اللہ

الحائری مدظلہ العالی کی صاحبزادی برادرم عباس بلگرامی زاد اللہ شرفہ کی اہلیہ مُنیٰ بلگرامی

اس کا انگریزی ترجمہ کر رہی تھیں اور اس کے الفاظ، جملوں اور محاورات کی صحیح توضیح و

تفہیم کے لیے میری اعانت کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کتاب کا بالاستیعاب

مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور یہ گوہر ہائے نایاب اردو کے قالب میں ڈھالنے کی جستجو

ہوئی۔ ایک عشرہ قبل کیا جانے والا ترجمہ بغیر نظرثانی کے آپ کے سامنے حاضر ہے

یقیناً دھیان اور عمل کے جذبے سے پڑھنے پر قاری اپنے اندر ایک واضح تبدیلی محسوس

حضرات کے جتنے ارشادات اس کتاب میں نقل ہوئے ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷۴
۲۔ حضرت علی علیہ السّلام	۱۱
۳۔ امام زین العابدین علیہ السّلام	۱
۴۔ امام محمد باقر علیہ السّلام	۱
۵۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام	۹۲
۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام	۸
۷۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام	۲
۸۔ حضرت ایوب علیہ السّلام	۱
۹۔ حضرت نوح علیہ السّلام	۱
۱۰۔ حضرت داؤد علیہ السّلام	۱
۱۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۱
۱۲۔ حضرت ابوذر غفاریؓ	۴
۱۳۔ حضرت زید بن ثابتؓ	۱
۱۴۔ حضرت ابو درداءؓ	۱
۱۵۔ حضرت سفیان بن عیینہؓ	۱
۱۶۔ حضرت ربیع بن خیثمؓ	۲
۱۷۔ حضرت وھب بن منبہؓ	۲
۱۸۔ حضرت اویس قرنیؒ	۲
۱۹۔ حضرت ابی بن کعبؓ	۱
۲۰۔ ایک امامؑ سے جن کے نام کی وضاحت نہیں۔	۲

(۱)(۲)

کرے گا۔

احقر کو، اس کے والد شاعرِ اہلبیت تاثیر نقویؒ اور عم محترم علامہ نصیر الاجتہادیؒ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کی التماس ہے۔

خادم حضرت بقیۃ اللہؑ
ڈاکٹر محسن نقوی
رالی، نارتھ کیرولائنا
امریکہ

15-11-2000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب (۱)

بندگی کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا معاملات کی بنیاد چار صورتوں پر ہے۔ اللہ کے ساتھ معاملہ، نفس کے ساتھ معاملہ، مخلوق کے ساتھ معاملہ، دنیا کے ساتھ معاملہ۔ ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک کے سات ارکان ہیں پس اللہ کے ساتھ معاملہ میں سات چیزیں یہ ہیں۔ اس کے حقوق کی ادائیگی، اس کے حقوق کی حفاظت، اس کی عطا پر شکر، اس کے فیصلوں پر راضی رہنا، اس کے امتحانات پر صبر، اس کی حرمت کی تعظیم اور اس کی طرف رغبت رکھنا، اسی طرح نفس کے ساتھ معاملہ کے سات ارکان یہ ہیں۔ خوف، جدوجہد و کوشش، اذیت برداشت کرنا، ریاضت کرنا، سچائی اور اخلاص کی تلاش۔ جو چیزیں نفس کو پسند ہیں اُن سے نفس کو دور رکھنا۔ اور حالتِ فقر میں نفس کو مطمئن رکھنا۔

اسی طرح مخلوق کے ساتھ معاملہ کے سات اصول یوں ہیں، بردباری معاف کرنا۔ انکساری۔ سخاوت۔ شفقت۔ نصیحت اور عدل و انصاف کرنا۔

دنیا کے ساتھ معاملہ کے سات اصول یہ ہیں۔ جو دستیاب نہ ہو اس پر راضی رہنا۔ موجود چیزوں کے بارے میں اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینا مفقود کی

طلب ترک کرنا، بہتات کو پسند نہ کرنا، زہد اختیار کرنا، اس کے آفات کی معرفت حاصل کرنا، دنیاوی خواہشات کو چھوڑ دینا، سرداری کو چھوڑنے کے ساتھ۔ فرمایا اگر کسی نفس میں یہ خصلتیں پیدا ہوئیں تو وہ اللہ کے مخصوص اور مقرب بندوں میں سے ایک ہے اور حقیقت میں اولیاء اللہ میں سے ایک ہے۔

باب ۲

عبودیت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا بندگی ایک جوہر ہے جس کی حقیقت ربوبیت ہے۔ جو بندگی میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اور جو ربوبیت میں پوشیدہ ہے۔ اسے بندگی کے ذریعے پایا جاسکتا ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا" ہم ان کو عنقریب اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حق ہے۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے (سورہ حٰم فصلت۔ آیت ۵۳) یعنی وہ تمہاری غیبت اور موجودگی دونوں حالتوں میں موجود ہے (جب تم تنہا ہو تب بھی وہ تمہیں دیکھتا ہے اور جب لوگوں کے ساتھ ہوتے ہو تب بھی) بندگی کی تفسیر یہی ہے کہ انسان اپنا سب کچھ (خدا کی راہ میں) خرچ کرے۔ یہ چیز نفس کو اس کی خواہشات سے روک کر اور جس کو نفس ناپسند کرتا ہے اس پر وہی باتیں ٹھونس کر حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کی کلید یہ ہے کہ انسان عیش و آرام کو ترک کرے اور گوشہ نشینی کو پسند کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کی راہ ہموار کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ عبد کے تین حروف ہیں (ع۔ ب۔ د) پس ع سے مراد یہ ہے (علمہ باللہ) یعنی وہ اللہ کا علم رکھتا ہے، (ب) سے مراد یہ ہے (بعد عمن سواہ) یعنی اللہ کے غیر سے دوری اختیار کرتا ہے اور (د) سے مراد (دنوہ من اللہ) کا تقرب حاصل کرنا ہے۔ اس کی نہ کوئی کیفیت ہوتی ہے اور نہ کوئی حجاب ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے باب میں بیان کیا معاملات کے واقع ہونے کے اصول چار ہیں۔

باب (۳)

نگاہ نیچی رکھنے کے بیان میں

حضرت صادق آلِ محمدؑ نے فرمایا کہ نگاہ نیچی رکھنے سے بڑھ کر فائدہ بخش اور کوئی چیز نہیں کیونکہ جب کبھی بھی محرماتِ الٰہی سے بچنے کے لیے کوئی نگاہ نیچی ہوتی ہے تو اس سے پہلے ہی اس کے دل میں اللہ کی عظمت و جلال کے مشاہدہ کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ نگاہ نیچی رکھنے میں کس چیز سے مدد لی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا اس بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں سر جھکا کر خاموشی اختیار کرتے ہوئے جو تمہارے رازوں سے واقف ہے آنکھیں دلوں کی جاسوس ہوتی ہیں اور عقل کی قاصد ہوتی ہیں پس تم ان تمام چیزوں سے نگاہیں نیچی رکھو جو تمہارے دین کے شایانِ شان نہیں اور جو تمہارے دل کو ناگوار گزرتی ہیں اور تمہاری عقل اس کا انکار کرتی ہو حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے۔ تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو تو تمہیں عجیب مشاہدات ہوں گے۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ "اے رسولؐ مومنوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (سورہ نور آیت ۳۰)

حضرت عیسیٰ ابنِ مریم نے اپنے حواریوں سے فرمایا خبردار جو تم قابلِ پرہیز چیزوں کی طرف نظر کرو کیونکہ نظریں شہوات کے بیج اور فسق و فجور کی بنیادیں ہیں

حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے فرمایا۔ مجھے موت اس سے زیادہ عزیز ہے کہ میں کسی ایسی چیز کی طرف نظر ڈالوں جس کا دیکھنا واجب نہ ہو۔

عبداللہ بن مسعود نے ایک ایسے شخص سے جو ایک بیمار عورت کی عیادت کرتے ہوئے اُسے دیکھ رہا تھا کہا۔ "تمہارا اندھا ہو جانا تمہارا مریض کی عیادت کرنے سے بہتر ہے" تمہارے مریض کی عیادت کرنے کی نسبت تمہارے لیے یہ زیادہ بہتر تھا کہ تمہاری آنکھیں نکل جائیں۔

کسی نامحرم کی طرف نظر کرنے سے اس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کہ اس سے دیکھنے والے کے دل میں ایک گرہ بندھ جاتی ہے اور ایک تمنا پیدا ہوتی ہے اس کے بعد وہ دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے ایک یہ کہ حسرت و ندامت کے ساتھ روتے ہوئے سچی توبہ کرے۔ یا پھر جس کی تمنا کی اور جس کی طرف دیکھا اُس میں سے اپنا حصہ لے۔ اور بغیر توبہ کے جو لطف اٹھا لیتا ہے وہ اُسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جو شخص حسرت و ندامت کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کرے تو اس کا ٹھکانہ جنّت ہے۔ اور رضوان الہیٰ کی طرف وہ لوٹتا ہے۔

باب (۴)

چلنے کے آداب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب تم کسی بھی جگہ جانے کا تہیہ کرو تو سچی نیت اور پختہ ارادے کے ساتھ قدم اٹھاؤ کیونکہ کبھی نفس کسی ایسی جگہ کی طرف قدم اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے جس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تم قدم اٹھاتے وقت غور و فکر کرو اور جہاں بھی پہنچو اللہ کی صنعتوں کے عجائبات سے عبرت حاصل کرو۔ غرور اور استہزا کے ساتھ مت چلو کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے" اور زمین پر تم اکڑ کے مت چلو" (سورہ اسرا آیت ۳۷)

اور چلتے وقت ان چیزوں کی طرف مت دیکھو جو تمہارے دین کے شایان نہیں اور چلنے کے دوران زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو کیونکہ حدیث میں ہے ایسی جگہوں میں بھی اللہ کا ذکر کیا جائے گا قیامت کے دن اللہ کے حضور وہ جگہیں اس کی گواہی دیں گی۔ اور اسی وقت تک اس کے لیے استغفار کرتی رہیں گی جب تک اللہ انہیں جنت میں داخل نہ کر دے۔ اور راستے میں لوگوں کے ساتھ زیادہ باتیں مت کرو کیونکہ ایسا کرنا بے ادبی ہے اور اکثر راستے تو شیطان کی کمین گاہ ہوتے ہیں اس لیے تم ان کے مکر و فریب سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اور تمہارا آنا جانا اللہ کی اطاعت میں ہو اور تمہاری دوڑ رضائے الہی کے حصول میں ہونی چاہیے۔ کیونکہ تمہاری تمام

حرکتیں، تمہارے نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لوگ۔ جو کچھ بھی کرتے تھے اس کے بارے میں قیامت کے دن اس کے پاؤں، ہاتھ اور زبان گواہی دیں گے۔ (سورہ نور آیت ۲۴)

نیز ارشاد ہوا۔

ہم نے ہر انسان کے اعمال کو کتاب کی صورت میں اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۳)

باب (۵)

علم کے بیان میں

حضرت صادق علیہ السّلام آل محمدؐ نے فرمایا علم تمام بلند مرتبوں کی بنیاد درتمام اونچی منزلتوں کی آخری حد ہے اسی لیے تو حضورؐ اکرم نے فرمایا ہے علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ یعنی ایسا علم جس سے یقین اور تقویٰ حاصل ہو۔ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا علم طلب کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ یہ معرفتِ نفس کا علم ہے جس میں پروردگار عالم کی معرفت مضمر ہے۔ حضورؐ اکرم نے فرمایا جس کسی نے نفس کی معرفت حاصل کی تو گویا اس نے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی۔ اس کے بعد تم پر لازم ہے کہ وہ علم بھی حاصل کرو جس کے بغیر عمل درست نہیں ہو سکتا اور وہ اخلاص ہے۔

حضورؐ اکرم نے فرمایا ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس علم سے جو فائدہ نہ دے، یہ وہ علم ہے جو اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی ضد ہے۔ یہ بھی جان لو کہ قلتِ علم، کثرتِ عمل کی محتاج ہے کیونکہ ایک گھنٹے کا حاصل کیا ہوا علم ایک طویل زمانے تک اپنے مالک سے عمل چاہتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے کہا میں نے ایک پتھر کو دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا "مجھے پلٹ دو" پس میں نے اُسے پلٹ دیا تو دیکھا کہ دوسری طرف لکھا ہوا تھا "جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اس کے لیے نا معلوم علم کا حصول باعثِ بدبختی ہے اور اس کا علم اُس کے منہ پر دے مارا جائے گا۔

خداوندِ عالم نے حضرت داؤد علیہ السّلام کو وحی فرمائی مجھ پہ کسی عالم

بے عمل کے دل سے اپنے ذکر کی مٹھاس نکال دے، زیادہ شدید ہے اس سے کہ اس عالمِ بے عمل کو میں ستر مرتبہ باطنی عقوبتوں میں مبتلا کر دوں۔

اللہ تک پہنچنے کا سوائے علم کے کوئی راستہ نہیں۔ علم ہی دنیا و آخرت میں انسان کی زینت اسے جنّت کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہے اور اسی کے ذریعے انسان اپنے کو اللہ کی رضا تک پہنچا سکتا ہے۔ حقیقت میں عالم وہی شخص ہے جس کے اعمالِ صالح، پاکیزہ اوراد، اس کی سچائی اور اس کا تقویٰ اس کی گواہی دیں، وہ شخص نہیں جو زبان سے دعویٰ کرتا پھرے مناظرہ اور مجادلہ کرتا پھرے بیشک اس قسم کا علم موجودہ زمانے کے علاوہ بھی حاصل کیا جاتا تھا جس میں عقل ہو، قربانی ہو حکمت ہو حیا ہو اور خوفِ الٰہی ہو۔ اور آج کے زمانے میں اس کے طالبوں کو دیکھتے ہیں جن میں یہ چیزیں نام کو بھی نہیں۔ اور عالم تو عقل، نرمی، شفقت، نصیحت، بردباری، صبر و قناعت اور سخاوت کا محتاج ہوتا ہے اور طالبِ علم کو رغبت و ارادہ، فراغت، جذبۂ قربانی خوفِ خدا نگہداشت اور ارادے کی پختگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

باب (۶)

فتویٰ دینے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کے لیے فتویٰ جائز نہیں جس کا ظاہر و باطن اللہ کے لیے خالص نہ ہو اور ہر حالت میں اللہ کی دلیل اس کے سامنے نہ ہو کیونکہ جو شخص فتویٰ دیتا ہے وہ حکم نافذ کرتا ہے اور حکم نافذ کرنا اللہ کی اجازت اور اس کی دلیل کے بغیر جائز نہیں، جو شخص علم و برہان کے بغیر نافذ کرے چاہے وہ درست ہی کیوں نہ ہو اسے اس کے جہل کی پاداش میں پکڑا جائے گا اور اپنے حکم کی بناء پر گنہگار تصور کیا جائے گا جیسا کہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ علم ایک ایسا نور ہے جسے خداوند عالم جس دل میں چاہتا ہے اُتارتا ہے۔

حضورؐ اکرم نے فرمایا تم نے فتویٰ دینے میں جرأت کی تو گویا خداوند عالم پر جرأت کی۔ کیا فتویٰ دینے والا یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ جنّت اور جہنّم کے درمیان کی جگہ ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے علم سے میں اور دوسرے لوگ کس طرح فائدہ اٹھائیں آپ نے مجھے اس فائدہ اٹھانے کو محروم کیا ہے اور مخلوق کے درمیان حلال و حرام کے بارے میں فتویٰ دینے کو حرام قرار دیا ہے۔ سوائے ان کے جو اپنے زمانے اور ملک،

کے تمام لوگوں سے زیادہ حق کا اتباع کرنے والے ہوں جو نبی اکرمؐ کے قریب تھے انہوں نے اپنی صلاحیت کے مطابق جان لیا۔ حضورؐ اکرم نے فرمایا یہ اس لیے کہ اکثر اوقات فتویٰ دینے کی حیثیت بہت عظیم ہوتی ہے۔

امیرالمومنین علیہ السّلام نے ایک قاضی سے فرمایا۔ کیا تم ناسخ اور منسوخ کا علم رکھتے ہو؟ کہا نہیں، پوچھا کیا تم قرآن کی مثالوں میں خدا کے منشاء سے واقفیت کا شرف رکھتے ہو؟ کہا نہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا تو پھر خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا کیونکہ فتویٰ دینے والے کو قرآن کے معانی سنّت کے حقائق اور قرآنی رموز کے باطنی ارشادات، آداب، اجماع اور اختلاف پر مکمل عبور حاصل ہونا لازمی ہے۔ اس طرح اجماع و اختلاف کے اصولوں کو جاننے کے بعد بہترین کا انتخاب بھی کرسکے عمل صالح بجا لانے والا اور صاحب حکمت ہو اور تقویٰ رکھتا ہو۔ اس کے بعد ہی فتویٰ دینے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔

ساتواں باب
امر بالمعروف
اور
نہی عن المنکر کا بیان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص وسوسوں اور اندیشوں سے باز نہ رہ سکے اور اپنے نفسانی آفات اور خواہشات سے آزاد نہ ہو سکے اور شیطان کو مغلوب نہ کر سکے اللہ کی حفاظت و امان اور اس کی عصمت کی صلاحیت اپنے میں پیدا نہ کر سکے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ جب تک وہ شخص ان صفات سے متصف نہ ہو تو وہ جب کبھی بھی امر بالمعروف کرے گا تو لوگ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے بلکہ یہی بات اس کے لیے حجت بن جائے گی۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو جبکہ اپنی جانوں کو بھلا دیتے ہو، ایسے شخص سے کہا جائے گا اے خیانت کار کیا تم لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دے رہے ہو جس کی تم نے خود خیانت کی ہے اور تم نے اس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی ہے۔ روایت ہے کہ ثعلبہ اسدی نے رسول اکرمؐ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا" اے ایمان والو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا" (سورہ مائدہ

آیت ۱۰۵) تو حضورؐ اکرم نے فرمایا نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو اور اس سلسلے میں جو بھی مصیبت پہنچے اس پر صبر کرو، یہاں تک کہ اگر کوئی بخیل، خود سر خود رائے اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والا اور بڑا صاحب نظر ہی کیوں نہ ہو تمہیں روکے تو تم اپنی حفاظت کرو امر بالمعروف کرو اور ایسے شخص کو چھوڑ دو۔

امر بالمعروف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ حرام و حلال کا جاننے والا ہو اور خود اس کی رعایت کرنے والا ہو جس چیز کی نہی اور امر لوگوں کو کرتا ہے شفقت کے ساتھ نصیحت کرے لُطف و کرم کے ساتھ اچھی زبان اور سلیقے سے حسن بیان کے ساتھ ان کے اخلاق اور ذہنوں کے فرق کو جانتے ہوئے دعوت کرے۔ تاکہ ہر ایک کو بصیرت حاصل ہو جائے اور نفس کے مکر اور شیطانی فریب سے محفوظ رہیں جو نہ تو کسی کی کفایت کرتے ہیں اور نہ تو امر بالمعروف کرنے والے کو کسی کی بے جا حمایت کرنی چاہیئے نہ غصّہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہر وقت خدا کی رضا کو مدِ نظر رکھے۔ اگر لوگ اس کی مخالفت کریں اور ظلم کریں تو بھی صبر کرے، اور اگر قبول کریں تو خدا کا شکر کرتے ہوئے انہیں اللہ کے حوالے کرے جو اُن کے عیوب کو دیکھنے والا ہے۔

باب (۸)

علما کے لیے آفت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا۔ خوفِ خدا علم کی میراث اور اس کا معیار ہے علم معرفت کی کرن اور ایمان کا دل ہے جو شخص خوفِ خدا سے محروم ہو وہ عالم نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ مشابہات علم کا اتنا ماہر ہو کہ بال کی کھال اُتارے کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی زیادہ خوف خدا رکھتے ہیں۔ علماء کے لیے آٹھ چیزیں آفت ہیں۔ حرص، بخل، ریا، تعصب، اپنی تعریف سننے کو پسند کرنا، کسی ایسے مسئلے میں دخل دینا جس کی حقیقت کو نہ سمجھ سکا ہو، الفاظ کے بیان میں تکلف برتنا، خدا سے حیا نہ کرنا، فخر و مباہات کرنا، اور اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا۔ بدبخت ترین شخص وہ ہے جو علم کی وجہ سے تو مشہور ہو مگر عمل کے میدان میں غیر معروف ہو۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ ہر کس و ناکس دعوت دینے والے کے پاس مت بیٹھو جو تمہیں یقین سے شک کی طرف بلائیں، خلوص سے ریا کی طرف، انکساری سے تکبر کی طرف، نصیحت و خیر خواہی سے دشمنی کی طرف، اور زہد سے رغبتوں کی طرف بلانے والے ہوں ان سے بچے رہو۔ تم ایسے علماء کے پاس بیٹھو جو تمہیں تکبر سے انکساری کی طرف، ریا سے اخلاص کی طرف، شک

سے یقین کی طرف، رغبتوں سے زہد کی طرف اور دشمنی سے خیر خواہی کی طرف دعوت دیں۔ مخلوق کی وعظ و نصیحت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنی سچائی کے ساتھ ان تمام آفتوں سے محفوظ ہوں۔ کلام کے نقائص سے آگاہ ہوں صحیح اور غلط کی تمیز کر سکیں اور نفسانی آفتوں سے محفوظ ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ تم ایسے شفیق اور مہربان طبیب کی طرح بن جاؤ جو کمال آگاہی کے ساتھ فائدہ بخش دوا بنا کر دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم سے پوچھا گیا اے روح اللہ ہم کیسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھیں فرمایا تم ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا کی یاد آئے ان کی باتوں کی وجہ سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی ترغیب دے۔

باب (۹)

نگہداشت کے بیان میں

جو شخص غفلت سے اپنے دل کی حفاظت کرے، نفس کو خواہشات سے بچائے اپنی عقل کو جہالت سے بچائے، تو بے شک اس کا نام خبردار لوگوں کی فہرست میں درج ہوگا۔ پھر جو شخص اپنے علم کو خواہشات سے محفوظ رکھے اپنے دین کو بدعتوں سے بچائے رکھے اور مال کو حرام سے محفوظ رکھے' تو ایسا شخص صالحین میں سے ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے وہ یہی روحانی علم ہے پس ہر مومن پر واجب ہے کہ شکر گزار رہے اگر کوئی نعمت ملی تو اسے اللہ کا فضل و احسان گردانے اور اگر کوئی نعمت روکی گئی تو اسے عدل الٰہی سمجھے اپنی اطاعت الٰہی کی مصروفیات کو اللہ کی توفیق سمجھے اور نافرمانی سے بچے رہنے کو خدا کی حفظ و امان اور تحفظ سمجھے۔ اور بنیادی طور پر ان تمام صورتوں میں اپنے آپ کو اللہ کی طرف محتاج سمجھے۔ اس کے سامنے گڑگڑائے اور عجز و انکساری کا اظہار کرے۔ اور اس کی کلید توبہ و انابت ہے قلیل امیدوں کے ساتھ ہمیشہ موت کو یاد کرے۔ اور یہ یاد رکھے کہ جبار و قہار پروردگار کے حضور کھڑے ہونا ہے۔ اس طرح نفس کو راحت' دشمنوں سے نجات اور اطاعتوں میں خلوص پیدا ہوگا اس کی بنیاد یہ ہے کہ یہ یاد کرے کہ عمر نے ایک دن پوری ہونا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ دنیا ایک ساعت کی ہے تم اسے اطاعت بناؤ۔ اس کا دروازہ یہ ہے کہ خلوت اختیار

کرکے غور و فکر کرو۔ اور خلوت کا سبب یہ ہے کہ انسان قناعت کرتے ہوئے فضول معاشی تعیشات سے بچا رہے۔

اور غور و فکر کا سبب فراغت ہے اور فراغت کا ستون زہد ہے۔ اور زہد اس وقت مکمل ہوتا ہے جب انسان میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ اور تقویٰ کا دروازہ خوفِ خدا ہے۔ اور خوفِ خدا عظمتِ الٰہی کے تصور سے پیدا ہوتا ہے اور خلوص دل کے ساتھ اس کے احکام کی بجا آوری کرتا ہے اور محرمات سے پرہیز کرتا ہے اور اس کی دلیل اس کا علم ہوتا ہے اور خداوند عالم کا فرمان ہے۔" اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھتے ہیں۔"

باب (۱۰)

شکر کا بیان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا تمہاری سانسوں میں سے ہر ایک سانس پر شکر بلکہ ہزار یا اس سے زیادہ شکر بجا لانا لازم ہے۔ سب سے ادنیٰ شکر یہ ہے کہ ایک شخص اللہ کی طرف سے بغیر کسی علت کے کسی نعمت کے ملنے پر ادا کرے۔ اور دل کو اللہ کے سوا کسی اور سے متعلق کرے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے اس پر راضی رہے۔ اور اس نعمت کے ذریعے اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت نہ کی جائے۔ بلکہ تم ہر حال میں اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔ تو تم اپنے پروردگار کو ہر حالت میں مہربان پاؤ گے جب اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اسے خلوص کے ساتھ بجا لاتے ہیں۔ اور یہ شکر کی بہترین قسم ہے۔ تمام مخلوق میں یہ ایک لفظ مطلق ہے جو شکر کو ظاہر کرتا ہے اور تمام عبادات میں سے اسے خصوصیت حاصل ہے اور قرآن نے صاحبان شکر کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ "اور میرے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں" اور شکر کی آخری منزل زبان سے خلوص کے ساتھ خداوند عالم کے حضور عجز و انکساری کا اعتراف کرنا ہے۔ کیونکہ شکر کی توفیق بھی تو ایک نئی نعمت ہے جس کی توفیق اسے دی گئی۔ اس کا شکر ادا کرنا بھی اس پر واجب ہے یہاں تک کہ اس کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور انسان ان نعمتوں کے شکر سے

عاجز اور قاصر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بندہ اللہ کی نعمتوں کے شکر سے ملحق ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات احسان احسان کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اور کمزور بندہ جسے اللہ کے سوا اور کوئی طاقت وقدرت حاصل نہیں اور اللہ تعالیٰ تو بندے کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ نعمتیں دینے پر قادر ہے۔ پس تم اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ تو تم ایک عجیب صورت پاؤ گے۔

باب (۱۱)

گھر سے نکلنے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب تم گھر سے نکلو تو یہ سمجھو کہ یہ گھر سے میرا آخری نکلنا ہے جس کے بعد واپس نہیں آنا ہے۔ اور تمہارا گھر سے نکلنا اللہ کی اطاعت یا کسی دوسری دینی وجہ سے ہو سکون و وقار کے ساتھ پوشیدہ اور آشکارا طور پر اللہ کے ذکر کے ساتھ گھر سے نکلو۔

ابوذر کے گھر والوں سے ان کے بارے میں ان کے کسی دوست نے پوچھا تو گھر والوں نے کہا کہ باہر گیا ہوا ہے پوچھا کب واپس آئے گا؟ بولیں نہ معلوم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جس کی جان دوسروں کے ہاتھ میں ہو اور اس کا اپنا کوئی اختیار اپنی جان کے بارے میں نہ ہو۔ وہ جہاں بھی جاتا ہے اللہ کی نیک و بد مخلوق سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں اپنے مخلص اور سچے بندوں میں شمار کرے اور ان میں سے جو گزر چکے ہیں ان کے ساتھ ملحق فرماتے اور انہی کے ساتھ محشور فرماتے ہیں اس کی حمد و شکر بجا لاتا ہوں جس نے تمہیں خواہشات قبیح اعمال سے محفوظ رکھا اور تمہاری نظروں کو شہوت پرستی اور ممنوع کئے ہوئے مواقع پر محفوظ رکھا۔ تمہاری چال میں میانہ روی پیدا کی۔ اور ہر خلوت کے موقع پر خدا نے تمہاری نگہبانی کی جیسے کہ تم راستے پر جا رہے ہو۔ نیز چلتے وقت منہ موڑ

کر مت دیکھنا اُونچی آواز سے سلام کرنے اور جواب دینے میں پہل کرنا جو تم سے مدد چاہے اس کی مدد کرنا، کسی راہ بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا اور جاہلوں سے روگردانی کرنا اور جب تم گھر واپس پہنچو تو اسی طرح گھر میں داخل ہونا جیسے میّت قبر میں داخل ہو رہی ہو۔ کہ اس کی اپنی کوئی ہمت و طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو پر آس لگائے رہتے۔

باب (۱۲)

قرأت قرآن کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھے اور اللہ کے حضور اس نہ بہتے دل نرم نہ ہو۔ اور اپنے باطن کی بنا پر غمگین و شرمندہ نہ ہو تو گویا اس نے اللہ کی عظمت شان کی توہین کی اور آشکار نقصان اٹھایا۔

پس اس طرح قرآن کے قاری میں تین چیزیں پائی جانی چاہئیں۔ خشوع و خضوع رکھنے والا دل، فارغ بدن اور خالی جگہ جب وہ اللہ کے حضور خشوع و خضوع کریگا تو شیطان اس سے دور بھاگے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تم قرآن کی قرأت کرنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔ اور جب قرآن پڑھنے والے کا نفس دوسرے تفکرات سے آزاد ہوگا تو اس کا دل قرأت قرآن کے لیے فارغ ہوگا۔ اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اللہ اسے قرأت قرآن کے نور اور فائدوں سے محروم نہ کرے۔ اس کے بعد کسی ایسی جگہ بیٹھ جائے جہاں زیادہ لوگ نہ ہوں۔ ان دونوں شرائط کے پورا کرنے کے بعد پورے خشوع و خضوع کے ساتھ جسمانی اور ذہنی سکون کے ساتھ اپنے پروردگار کے کلام کی برکتوں سے فیضیاب ہوں۔ اور اس کے لطف و احساس اور جن فنون کی کرامتوں سے انہیں نوازا ہے اور جس منزلت سے مخصوص کیا ہے۔ اگر اس لطف کے مشروب کا ایک گھونٹ پی لے تو کسی بھی اچھی سے اچھی حالت کو اس حالت پر ترجیح

نہیں دے گا۔ بلکہ اس کو دوسری تمام عبادات اور اطاعات پر ترجیح دے گا کیونکہ اس میں محبوب پروردگار کے ساتھ بغیر کسی واسطے کے کلام اور مناجات ہے۔

پس تم دیکھو اور غور کرو کہ تم اپنے پروردگار کی کتاب کو کس طرح پڑھتے ہو، اس کے احکام پر کس حد تک عمل کرتے ہو اور مناہی سے بچتے ہو۔ اور تم اس کے حدود و فرامین کی اطاعت کرتے ہو کیونکہ یہ ایک معزز کتاب ہے "کہ باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے داخل ہو سکتا ہے یہ کتاب صاحب حکمت اور قابل تعریف پروردگار کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے" پس اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور اس کے وعدہ وعید کی منزل پر رکو اور اس کے مثالوں اور نصائح پر غور و فکر کرو اور اس سے پرہیز کرو کہ اس کے حروف کی تو تعظیم کرو اور اس کے حدود اور احکام کو ضایع کرو۔

باب (۱۳)

لباس کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا مومن کے لیے تقویٰ کا لباس زیب دیتا ہے۔ اور ایمان کی دولت جو انہیں دی گئی۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے "اور تقویٰ کا لباس تو بہترین ہے" مگر ظاہر کا لباس بھی اللہ کی ایک نعمت ہے جس کے ذریعے انسان اپنا بدن ڈھانپتا ہے اور ستر پوشی کرتا ہے یہ خداوند عالم کی طرف سے بنی آدم کو ایک کرامت عطا ہوئی جبکہ کسی دوسری مخلوق کو ایسی تکریم نہیں دی گئی۔ اس لیے صاحبان ایمان پر لازم ہے کہ ان کے پروردگار کی طرف سے فرض کیے گئے واجبات کو ادا کریں۔ اور بہترین لباس انہیں خدا کی یاد سے غافل نہ کرے۔ بلکہ بہترین لباس تو وہ ہے جو خدا کے ذکر و شکر اور اطاعت کے قریب کرے۔ اور تمہارا لباس تمہیں فخر، ریاکاری، تکبر اور دکھاوے میں مبتلا نہ کرے۔ کیونکہ یہ دین کے لیے آفات ہیں اور قساوت قلبی کا باعث ہیں جب تم لباس پہنو تو یاد کرو کہ خداوند عالم نے تمہارے گناہوں کی اپنی رحمت کی بنا پر پردہ پوشی کی ہے اور جس طرح اس نے تمہارے ظاہر کی پردہ پوشی کی ہے اسی طرح تمہارے باطن کی بھی ستر پوشی کی ہے۔ تمہارے باطن کی ہیبت کے ذریعے پردہ پوشی کی اور ظاہر کی اطاعت کے ذریعے۔ یہ بھی اللہ کا ایک احسان ہے کہ اس نے لباس کے اسباب و وسائل خلق فرمائے۔ جن کے ذریعے ستر پوشی کی جاتی ہے اور توبہ و انابت کے دروازے کھلے رکھے تاکہ ان کے ذریعے باطنی

ستر پوشی ہو سکے یعنی گناہوں اور برے اخلاق کی پردہ پوشی کی جا سکے۔ اس لیے تم ہمیشہ اپنے نفس کی عیوب کی تلاش میں رہو اور جس کا تم نے مشاہدہ نہیں کیا ہو اسے معاف کر دو۔ اور اپنی جان کو دوسروں کے لیے کام کرنے پر ضائع مت کرو۔ اور اپنا اصل سرمایہ دوسروں کے حوالے کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ کیونکہ اپنے گناہوں کو بھولنا اللہ کے دردناک عذابوں میں سے ایک ہے اور آخرت میں زیادہ سے زیادہ عذاب کے وسائل فراہم ہوتے ہیں۔ اور جب تک ایک بندہ اللہ کی اطاعت اور اپنے گناہوں کی معرفت میں مشغول ہوتا ہے اس وقت تک وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوتا ہے اور ہر قسم کے آفات سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ کی رحمت کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہو کر حکمت و بیان کے بیش بہا جواہر حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور جب تک ایک شخص اپنے عیوب سے غافل اور جاہل رہتا ہے اور اپنے ماحول و طاقت و قوت پر بھروسہ کرتا رہتا ہے وہ کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا۔

باب (۱۴)

دکھاوے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا تم اپنے اعمال کا دکھاوا ایسے کیلئے نہ کرو جو نہ تو تمہیں زندگی دے سکتا ہے اور نہ مار سکتا ہے۔ اور نہ تمہیں کسی چیز سے بے نیاز کر سکتا ہے۔ ریا ایک درخت ہے جو پھل نہیں دیتا سوائے نفاق کے شرک خفی کہلاتا ہے۔ میزان اعمال کے مرحلے میں ریاکار سے کہا جائے گا تو اپنے اعمال کا ثواب اسی سے لے جنہیں تو میرے ساتھ شریک کرتا تھا۔ اب دیکھ لو تم کس کی عبادت کرتے تھے کس کو پکارتے تھے، کس سے مناجات کرتے اور کس سے ڈرتے تھے۔ اور یہ بھی جان لو کہ تم اپنے باطن کی کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں رکھ سکتے بلکہ اس طرح تم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہو۔ جیسے کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا "یہ لوگ اللہ اور صاحبان ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر اپنی جانوں کے علاوہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے مگر یہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔" (سورہ بقرہ) اور زیادہ سے زیادہ ریا نظر، کلام کھانے پینے چلنے، اٹھنے بیٹھنے لباس پہننے، ہنسنے، نماز پڑھنے، حج، جہاد قرأت قرآن اور دیگر تمام ظاہری عبادات میں ہوتا ہے۔ پس جو شخص باطنی طور پر اپنے آپ کو مخلص کرے اور اپنے دل وعقل سے خدا کے حضور متواضع اور منکسر رہے۔ اور شکر گزاری میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کرے تو امید کی جا سکتی ہے کہ وہ نفاق و ریا سے نجات حاصل کر سکے۔

باب (۱۵)

سچائی کے بیان میں

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا سچائی ایک ایسا نور ہے جس کی شعاعیں دنیا میں پھیل جاتی ہیں بالکل اسی طرح جیسے کہ سورج تمام چیزوں کو بغیر کسی کمی و بیشی کے روشن کرتا ہے۔ حقیقت میں سچا وہی ہے کہ جس کی سچائی کی ہر جھوٹا بھی تصدیق کرے یعنی جھوٹا بھی اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رکھتا کہ وہ اس کی تصدیق کرے مثال کے طور پر حضرت آدم کی سچائی پر ابلیس نے باوجود اپنے جھوٹ کے آدم کی تصدیق اور ان کے سچے ہونے کی تصدیق کی۔ خداوند عالم نے فرمایا ہم نے اسے پُرعزم نہیں پایا کیونکہ ابلیس نے سب سے پہلے بدعت کی بنیاد رکھی جبکہ ظاہری اور باطنی طور پر ہم نے اسے کوئی عہد نہیں دیا تھا پس اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ اپنے تمام تر جھوٹ کے ساتھ آدم کی سچائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا اور آدم کو اس کی سچائی کی بنا پر دوام حاصل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ آدم کو فائدہ پہنچا اور وہ اپنے عہدے پر برقرار رہے۔ یعنی آدم کی برگزیدگی کو ابلیس کا جھوٹ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔ سچائی کی حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ کی خاطر تزکیۂ باطن حاصل کرے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی سچائی کے بارے میں اشارہ ملتا ہے جو کہ ان کی تصدیق کرنے والوں کی قدر و قیمت کا باعث بنا۔ اسی طرح حضرت محمدؐ کی اُمّت والوں میں

سے سچوں کو فائدہ ملے گا۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کے سچ کا فائدہ پہنچاؤں گا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا سچائی اللہ کی تلوار ہے۔ اس کی زمینوں اور آسمانوں میں جہاں چاہتا ہے اُسے اُتار دیتا ہے۔ اگر تم کبھی جاننا چاہو کہ تم سچ پر ہو یا جھوٹے ہو اپنے اندرونی اور معنوی سچ پر غور کرو اور اپنے دعوی کو ان کے مطابق پرکھو اور قیامت کے دن کو سامنے رکھ کر انصاف کرو پس جب تمہارا دعوی باطنی کیفیت مراد میں سے جس کے بھی برابر نکلے اس پر وہی حکم لگاؤ۔ اور سچائی کی سب سے ادنیٰ حد یہ ہے کہ انسان کے دل اور زبان میں اختلاف نہ ہو سچ بولنے والے کی صحیح مثال یہ ہے۔

انسان کی نزع کی حالت میں ہوتی ہے۔ یعنی انسان سچ بولنے پر مجبور ہوتا ہے اسی طرح جیسے آدمی جان دینے پر مجبور ہوتا ہے یعنی وہ جان نہ دے تو اور کیا کرے۔

باب (۱۶)

اخلاص کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اخلاص تمام اچھے اعمال کی فضیلتوں کا حامل ہے۔ وہ اس معنے میں کہ یہ توبہ قبول ہونے کی کلید ہے اس سے اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ یعنی اللہ جن لوگوں کے اعمال قبول کرتا ہے وہ صاحبان اخلاص ہی ہیں۔ چاہے ان کا عمل قلیل ہی کیوں نہ ہو اور بغیر اخلاص کے جتنا بھی عمل کیا جائے وہ قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے اعمال، ابلیس کے کتنے سارے اعمال اور حضرت آدم کا قلیل عمل خلوص کی وجہ سے قبول ہوا۔ اور قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ انسان علم حاصل ہونے کے بعد اپنی تمام محبتوں کو قربان کرے۔ اور خلوص رکھنے والا اپنی تمامتر طاقتوں کو مقصد کے حصول پر خرچ کرتا ہے۔ اسے اس وقت عمل، معمول اور عامل کا پورا پورا علم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اسے پاتا ہے تو گویا وہ سب کچھ پاتا ہے اور جب اس کو ضائع کرتا ہے تو کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور خلوص توحید کے معانی کو پاکیزہ صورت میں ادراک کرتا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے۔ تمام عمل کرنے والے سوائے عابدوں کے ہلاکت میں پڑے اور تمام عابد سوائے عالموں کے ہلاک ہوگئے۔ اور تمام عالم سوائے صادقوں کے ہلاک ہوگئے اور تمام صادقین سوائے مخلصین کے ہلاک ہوئے اور تمام مخلصین

ہلاک ہوئے سوائے متقین کے۔ اور تمام متقین ہلاک ہوئے سوائے صاحبان یقین کے اور صاحبان یقین ہی اخلاق کے بڑے عظیم درجے پر فائز ہیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہیں یقین حاصل ہو جائے اخلاص کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ انسان اطاعت و عبادت میں اپنی تمام طاقتوں کو صرف کرے۔ اور پھر اللہ کے نزدیک کوئی قدر و منزلت بھی نہ قرار دے تاکہ اس پر اس کا اجر دینا واجب ٹھہرے۔ اور اگر انسان اپنی عبادت کو کماحقہ ادا کرنا چاہے تو وہ اس سے عاجز رہے گا۔ اور دنیا میں صاحبان اخلاص کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آخرت میں آگ سے نجات پاکر جنّت کے حقدار ہوتے ہیں۔

باب (۱۷)

تقویٰ کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ تقوی کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اللہ کی خاطر تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس سے مراد مخالفت کو ترک کرنا ہے یہاں تک کہ مشتبہ اشیاء کے علاوہ کسی بھی قسم کی مخالفت سے پرہیز کیا جائے اور یہ خاص الخاص تقویٰ کی نشانی ہے۔ اور دوسرا تقوی "اللہ سے تقویٰ" اختیار کیا جائے اور محرمات کے علاوہ تمام شبہات سے بھی پرہیز کیا جائے اور یہ خاص تقویٰ ہے اور ایک تقویٰ جہنم کے خوف اور عذاب کے خوف سے ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ تمام حرام امور سے پرہیز کیا جائے اور یہ عام تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی مثال اس جاری نہر کی سی ہے اور صاحبان تقویٰ کی مذکورہ مثالیں اس نہر کے کنارے اُگے ہوئے درختوں کی ہیں جس میں ہر قسم اور ہر رنگ کے پھول کھلے ہوں۔ اور ہر درخت اس نہر میں سے پانی چوستا ہے اپنی استطاعت و قدرت کے مطابق اس صاف پانی سے لطافت و کثافت حاصل کرتا ہے اور ان درختوں سے ان کی قدر و قیمت کے مطابق افراد بشر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ بعض کی بہت سی شاخیں ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں باوجود اس کے کہ انہیں ایک ہی پانی ملتا ہے اور کھانے کے لیے بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے۔

(سورہ رعد آیت ۱۴) پس معلوم ہوا کہ تقویٰ دوسری اطاعتوں کے لیے

اس طرح ہے جیسا کہ پانی درختوں کے لیے اور جس طرح درختوں اور پھلوں کی خصوصیات رنگ اور ذائقہ الگ الگ ہوتا ہے اسی طرح ایمان کے درجات میں بھی اختلاف ہوتا ہے جو شخص ایمان کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتا ہے اور اس کا روحانی جوہر برگزیدہ ہوتا تو وہ تقویٰ کی سب سے بڑی منزل پر فائز ہوتا ہے۔ اور جب اس حد تک تقویٰ آجاتا ہے تو اس کا ہر عمل پاکیزہ اور خالص تر ہوتا ہے۔ اور جس کا عمل پاکیزہ اور خالص ہوتا ہے اسے خدا کا تقرب ملتا ہے اور جو بھی عبادت تقویٰ کے بغیر ہوتی ہے وہ ریت کی دیوار کی طرح ہوتی ہے۔

خداوند عالم کا فرمان ہے۔ "بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خوف خدا اور اس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہے وہ اسے جہنم کی آگ میں لے گرے گی" (سورہ توبہ آیت ۱۰۹) اور تقویٰ کی تفسیر یہ ہے جس کے کرنے میں کوئی خوف نہ ہو اس سے بھی بچا جائے اور حقیقت میں یہ اطاعت ہے جس میں کوئی نافرمانی نہیں ایسا ذکر ہے جس میں کوئی بھول نہیں ایسا علم ہے جس میں کوئی جہالت نہیں اور ایسا عمل ہی مقبول ہوتا ہے رد نہیں کیا جاتا۔

باب (۱۸)

پرہیزگاری کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اپنے اعضا کے ان دروازوں کو بند کرو جن کی وجہ سے تمھارے دل کو ضرر پہنچ سکتا ہے۔ اور اللہ کے حضور تمہارے بے آبرو ہونے کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور قیامت کے دن حسرت و ندامت کا سامنا ہونے کا خوف ہو اور گناہوں کی وجہ سے حیا مجروح ہو سکتی ہے۔ اور پرہیزگار آدمی تین اصولوں کا محتاج ہوتا ہے (۱) لوگوں سے تکلیف پہنچے تو انہیں معاف کرے اور ان کی غلطیوں کو نظرانداز کرے اور تعریف یا مذمت کے موقع پر ایک حالت میں رہے۔ اور پرہیزگاری کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ محاسبہ نفس کرے سچائی کے ساتھ بات کرے معاملہ کھرا کرے، ہر اشتباہ کے موقع سے پرہیز کرے۔ ہر عیب اور شک وشبہ کو ترک کرے۔ اور غیر ضروری امور کو ترک کرے۔

ان دروازوں کو کھولنا ترک کرے جنہیں بند کرنا نہیں جانتا ہو۔ اور غیر ضروری امور کو چھوڑ دے اور جن لوگوں پر واضح امور مشتبہ ہوں ان سے ہم نشینی چھوڑ دے اور دینی احکام کو سبک سمجھنے والے کے ساتھ میل جول نہ رکھے۔ ان علمی پہلوؤں کو نہ چھیڑے اس کا دل جن کا تحمل نہیں کر سکتا۔ اور جسے دوسروں کو سمجھا نہیں سکتا اس میں دخل نہ دے اور جو اللہ سے قطع تعلق کرے اس سے دوری اختیار کرے۔

باب (۱۹)

معاشرت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اللہ کی مخلوق کے ساتھ اللہ کی نافرمانی کے بغیر حسن معاشرت اختیار کرنا اللہ کی طرف سے بندوں پر فضل و احسان زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اور جو اپنی خلوتوں میں اللہ کے حضور میں انکساری اور تواضع برتتا ہے وہ ظاہری طور پر حسنِ معاشرت اختیار کرتا ہے پس تم لوگوں کے ساتھ اللہ کی خاطر حسن معاشرت اختیار کرو اور تم لوگوں کے ساتھ اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر حسن معاشرت اختیار مت کرو۔ نہ تو حب دنیا شہرت اور جاہ طلبی کی خاطر ایسا کرو۔ نہ اپنی ہم رنگی اور شہرت کی خاطر میل جول رکھو کیونکہ وہ تمہیں اس میں بے نیاز نہیں رکھ سکتے۔ اور بغیر کسی فائدے کے تمہاری آخرت برباد ہو جائے گی۔ پس اپنے سے بڑے کو تم اپنے باپ کے مانند قرار دو چھوٹے کو بیٹے کے مثل سمجھو اور برابر عمر والے کو بھائی سمجھو اور جس کا تمہیں یقین نہ ہو اس کی طرف دعوت نہ دو۔ جس کی وجہ سے دوسرے شک میں مبتلا ہوں گے۔

امر بالمعروف کرتے وقت نرمی اختیار کرو اور نہی عن المنکر کے وقت شفقت کا سلوک کرو۔ اور ہر حالت میں خیر خواہی ترک نہ کرو۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے لوگوں کے ساتھ ہر وقت نیک سلوک کرو۔ ان چیزوں سے دور رہو جو تمہیں خدا سے غافل کر دیتے

ہیں بلکہ ہمیشہ اللہ کی یاد سے متصل رہو کیونکہ ایسے لوگ تمہیں اللہ کی اطاعت سے دُور کر کے فتنہ میں ڈالیں گے۔ کیونکہ ایسے لوگ شیطان کے ہمنوا اور دوست ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر تمہیں حق کے بارے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں آشکار نقصان ہے خدا اس سے محفوظ رکھے۔

بیسواں باب

نیند کے آداب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا تم عبرت حاصل کرنے والوں کی نیند سو جاؤ۔ اور غفلت کرنے والوں کی نیند مت سو جانا کیونکہ عقلمند عبرت حاصل کرنے والے آرام و راحت کی نیند سوتے ہیں اور رائیگاں نہیں سوتے، حضور اکرمؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اپنی نیند کے ذریعے فرشتوں کا بوجھ کم کرنے کی نیت کرو اور نفس کو خواہشات سے دور رکھو اور نفس کو یہ یاد کرا دو کہ اللہ کے حکم کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے اور بہت کمزور ہو۔ یاد رکھو نیند موت کی بہن ہے اور اس کے ذریعے موت کی رہنمائی و دلالت حاصل کرو کیونکہ موت کے ذریعے تم کوئی دلالت حاصل نہیں کر سکو گے اور گزشتہ جو امور رہ گئے ہیں ان کی تلافی کی کوشش کرو۔ اگر کسی کی نیند کی وجہ سے اس کا کوئی فریضہ، سنت، نفل چھوٹ جائے تو یہ نیند غافلوں کی ہے اور نقصان اٹھانے والوں کی سیرت ہے اور ایسا شخص دھوکہ کھائے گا، اور جو شخص واجبات، مستحبات، اور دوسرے حقوق کی ادائیگی کے بعد سوئے گا تو اس کی نیند بھی قابلِ تعریف ہے مگر میں اس زمانے والوں میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا۔ اگر یہ خصلتیں پیدا ہو جائیں تو نیند سے سلامتی پائیں گے مگر لوگوں نے تو دینی شعائر کی رعایت کرنا چھوڑ دیا ہے اور ادھر اُدھر کا راستہ اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر ایک شخص نہ بولنے کی کوشش بھی کرے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ نہ سنے اور نیند ان

اعضاء پر قابو پانے کا ذریعہ ہے۔ جیسے کہ خداوند عالم نے فرمایا بے شک کان آنکھ اور دل سے پوچھا جائے گا۔ لیکن نیند کی زیادتی میں بھی نقصان ہے جسے ہم سرسری طور پر بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ زیادہ نیند کی وجہ سے پانی زیادہ پیا جاتا ہے اور زیادہ پانی کی وجہ سے زیادہ کھانا کھانا پڑتا ہے یہ دونوں نفس کو بھاری بناتے ہیں اور اطاعت سے دور رکھتے ہیں۔ اور دل کو سخت کرنے اور اس میں خضوع وخشوع پیدا ہونے نہیں دیتے تم اپنی ہر نیند کو اپنا آخری وقت قرار دو اور اپنے دل اور زبان سے اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرنا اور اپنی اطاعت کو شرک سے بچاؤ اور اس کے لیے نماز و روزے سے مدد چاہو جب تم آگاہ ہو جاؤ گے تو شیطان تم سے کہے گا کہ ابھی تو نماز یا روزے کا بہت زیادہ وقت باقی ہے۔ اس طرح وہ تمہیں مناجات و دعا سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اور تمہیں اس سے محروم کرنا چاہتا ہے کہ تم اپنی حاجتیں اپنے پروردگار کے حضور بیان کر سکو۔ اور صبح کے وقت استغفار کرنے سے غفلت اختیار مت کرو۔ کیونکہ عاجزی کرنے والوں کے لیے اس میں بڑی آسائشیں ہیں۔

اکیسواں باب

حج کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب تم حج کا ارادہ کرو تو تم اپنے دل کو اللہ کے لیے خالص کرو۔ اور تمام مشاغل کو چھوڑ دو اور ہر حائل کو دور کرو۔ اور اپنے تمام امور کو اپنے مالک و خالق کو تفویض کرو۔ اپنی تمام حرکات و سکنات میں اللہ پر توکل کرو۔ اور اس کے فیصلوں، احکام اور تقدیر کو قبول کرو، تمام مخلوق، دنیا اور اس کی راحت کو چھوڑ دو اپنے زاد راہ، سواری، قافلے ساتھیوں اور اپنی قوت و جوانی اور مال پر بھروسہ مت کرو ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے دشمن اور تمہارے لیے وبال بن جائیں اور یہ جان لو کہ سوائے اللہ کے کوئی تحفظ حیلہ اور کوئی قوت کام نہیں آسکتی۔ اور اس طرح سے تیاری کرو کہ جیسے واپس آنے کا تصور نہ ہو۔ اچھی ہمنشینی اختیار کرو اور فرائض الہیٰ کے اوقات کا خیال رکھو اور مستحبات کو ادا کرو اور آداب و اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرو جیسے تحمّل، صبر و شکر، شفقت سخاوت، اور ایثار کو اپناؤ اس کے بعد توبہ کے پانی سے غسل کر کے گناہوں سے پاک سچائی کا لباس پہنو اور ہر اس چیز سے دور رہو جو تمہیں رب العالمین کے حضور خشوع و خضوع سے دور کرے اور ہر اس چیز کو حرام جانو جو تمہارے اور خالق کے درمیان حائل رہے۔ اور خلوص اور صفائی دل کے ساتھ اللہ کی دعوت پر لبیک کہو اور اس کی مضبوط رسی کو تھامے رہو اور ملائکہ کے ہمراہ خلوص دل کے ساتھ عرش الہیٰ کا طواف کرو جس طرح

تم مسلمانوں کے ساتھ اس کے گھر کے گرد طواف کرتے ہو اور سعی میں ایڑی کے بغیر پنجوں کے بل دوڑتے وقت اپنی تمام خواہشات اور قوتوں اور طاقتوں کو بھول کر اپنے آپ کو خالص کر دو۔ اور منیٰ کی طرف جاتے ہوئے اپنی پست خواہشات اور غفلتوں کو اتار پھینکو اور جو چیزیں تمہارے لیے حلال نہیں اور جس کے تم حقدار نہیں اس کی خواہش مت کرو اور عرفات میں اپنی خطاؤں کا اقرار و اعتراف کرو۔ اور اللہ کی توحید و وحدانیت کے عہد کو اللہ کے حضور پورا کرو۔ اور اس کا تقرب چاہو اور مزدلفہ میں اپنے آپ کو بچا لو اور پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے ہی اپنی روح کے ساتھ ملاءِ اعلیٰ کی بلندیوں کو چھو لو اور قربانی کو ذبح کرتے وقت اپنی خواہشات اور حرص و لالچ کو بھی ذبح کرو اور رمی جمرات کے وقت پست خیالات اور خواہشات نفسانی کو بھی دور پھینکو۔ بالوں کے کاٹنے کے وقت اپنے ظاہری اور باطنی عیوب کو بھی کاٹ ڈالو۔ اور حرم میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان کے قلعے میں داخل ہو جاؤ۔ اور گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اس کے مالک کی عظمت، جلالت، معرفت اور سلطنت پیش نظر رہے۔ اور حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اللہ کی تقسیم پر راضی رہے اور اس کی عظمت کے سامنے انکساری برتے اور وداعی طواف کرتے وقت اللہ کے علاوہ سب کچھ چھوڑ دے۔ اور اپنے روح و جسم کو اور ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے پاک و صاف کرے۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے حج کو اپنے بندوں پر اس طرح فرض کیا ہے کہ اس کی نسبت اپنی ذات کی طرف دیدی اور فرمایا اللہ کے لیے لوگوں پر واجب ہے کہ استطاعت رکھتے ہوئے اس کے گھر میں حج کریں۔ (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

اور نبی اکرمؐ نے جو مناسک حج مقرر فرمائے ہیں وہ اس ترتیب کے ساتھ ہیں کہ ان کے ذریعے موت، قبر، بعثت اور قیامت کے ارشادات ملتے ہیں اور اگر اس میں صاحبان عقل و خرد مناسک حج کا مشاہدہ کریں تو جنت والوں کا جنت میں داخل ہونا اور اہل جہنم کا جہنم میں دخول بھی نظر آتا ہے۔

باب (۲۲)

زکوٰۃ کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تمہارے اجزاء میں سے ہر ایک جز پر بلکہ تمہارے جسم کے ہر بال اُگنے کی جگہ پر بلکہ تمہارے وقت کے ہر لمحے پر زکوٰۃ واجب ہے۔

پس آنکھوں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان عبرت حاصل کرے اور خواہش پرستی سے انہیں محفوظ رکھے۔ اور اس کے مثل دوسرے مناظر کے دیکھنے سے پرہیز کرے اور کان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان حکمت، قرآن، اور وعظ نصیحت اور ایسی باتیں سن لے جو اس کے دین کے لیے فائدہ بخش اور نجات کا باعث ہے اور اس کے اضداد مثل غیبت جھوٹ اور ان جیسے امور کے سننے سے پرہیز کرے۔

زبان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ مسلمانوں کو نصیحت کرے اور غافلوں کو خبردار کرے اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر اور تسبیح کرتا رہے۔ ہاتھوں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان ان کے ذریعے داد و دہش اور سخاوت کا مظاہرہ کرے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو اس کی راہ میں خرچ کرے اور ہمیشہ اللہ کی اطاعت میں انہیں حرکت دے اور کتابت قرآن کا کام لے۔ اور لوگوں سے بُرائی دور رکھنے کے لیے انہیں استعمال کرے اور پاؤں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ کے حقوق کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ کے نیک اور صالح بندوں کی زیارت کے لیے جائے۔ لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جائے اور صلہ رحمی کا حق ادا

کرنے کے لیے چلے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جائے اور دوسرے ایسے تمام
کام جو تمہارے دین کی سلامتی کا باعث ہوتے ہیں۔ دل اس فہم کو حاصل کر سکتے
ہیں اور نفوس ان علوم کو استعمال کر سکتے ہیں اور اسی کی بناء پر مقرب و مخلص بندوں
کو شرف حاصل ہے اور ان کی تعداد زیادہ ہے اور یہی ان کا شعار ہے۔ خداوند عالم
اپنی پسندیدہ چیزوں اور رضا کی توفیق عطا کرے۔

باب (۲۳)

نیت کے بیان میں

قلب سلیم کا مالک ہی سچی نیتوں کا حامل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل اندیشوں اور وسوسوں سے پاک ہوتا ہے اور اپنی نیت کو صرف اللہ کے لیے خالص کرتا ہے جیسے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے وہ ایک ایسا دن ہوگا جس دن نہ تو اولاد اور نہ مال فائدہ دے گا مگر یہ کہ جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر آئے حضور اکرمؐ نے فرمایا مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے نیز آپ نے فرمایا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ نیز فرمایا ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرتا ہے۔ پس ایک بندے پر لازم ہے کہ اپنی ہر حرکت و سکون میں اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کا شمار غافلوں میں ہوگا اور غافلوں کی خداوند عالم نے مذمت کی ہے جیسے کہ ارشاد ہوا یہ لوگ تو چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں۔

اور نیت انسان کی معرفت کے مطابق اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور ایمان کی قدرت و کمزوری کے مطابق اس کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ اور خالص نیت رکھنے والے افراد کی خواہشاتِ نفس اللہ کی عظمت کے سامنے جھک جاتی ہیں۔ اور خالص نیت والا اللہ سے حیا کرتا ہے وہ خود تو اپنی خواہشات تمناؤں کے اعتبار سے تکلیف میں ہوتا ہے مگر لوگ اس سے راحت پاتے ہیں۔

باب (۲۴)

ذکر کے بیان میں

حضرت صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو اللہ کی یاد رکھنے والا ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ کا اطاعت گزار بندہ ہوتا ہے۔ اور جو اللہ کی یاد سے غافل رہتا ہے وہ نافرمان ہوتا ہے۔ اطاعت ہدایت کی نشانی ہے اور معصیت گمراہی کی نشانی ہے۔ اور ان دونوں کی بنیاد ذکر اور غفلت ہیں۔ پس تم اپنے دل کو زبان کا قبلہ بناؤ کہ وہ دل کے اشارے کے بغیر حرکت نہ کرے۔ ہمیشہ عقل کی ہمنوا رہے اور ایمان پر راضی رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔ پس تم اپنے آپ کو نزع کی حالت میں سمجھو یا اس طرح سمجھو جیسے خدائے بزرگ کے سامنے کھڑے ہو اور جو تم پر تکلیف شرعی ڈالی گئی ہے اس کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ مشغول نہ رہو اس کے اوامر، نواہی اور وعدہ وعید کا خیال رکھو اور اپنے دل کو حزن و غم کے پانی سے دھو ڈالو۔ اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرو جو عظیم ذکر ہے۔ خبردار رہو وہ مستغنی ہوتے ہوئے بھی تیرا ذکر کرتا ہے۔ جبکہ تمہیں اس کا ذکر کرنا زیادہ مناسب شایان اور لازمی ہے۔ اور اس کے ذکر کی معرفت سے تم میں خشوع و خضوع اور انکسار پیدا ہو گا اور اس کا فضل و کرم اور عظمت واضح ہو گی اس کی اطاعت کرتے وقت اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل سمجھو اور اس کے عظیم احسانات کی بہتات ہو گی تمہارے دل میں اس کے لیے خلوص ہو گا۔ اور اس کا ذکر کے وقت

تم اس کا دیدار کرو گے۔ تمہیں ریا، عجب، سفاہت اور تنگی نفس سے نجات ملے گی کیونکہ یہ چیزیں اطاعت کو بہت بڑا عمل کر کے دکھاتی ہیں اور اس کے شرف و کرامت کو بھلا دیتی ہیں اور خدا سے دوری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے اور سوائے محنت کے اور کچھ نہیں ملتا۔

ذکر کی دو قسمیں ہیں ایک ذکر وہ جو بالکل دل کے موافق ہو اور ایک وہ ذکر جو اچانک ہو جائے اور دوسروں کی یاد کی نفی کرے۔ جیسے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا میں تمہارے ذکر کو گنتا نہیں جیسا کہ تم اپنے نفس کے لیے ثنا کرتے ہو پس رسول اللہؐ نے اللہ کے ذکر کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے۔ کہ اس سابقہ علم کی روشنی میں اس کا ذکر کیا جائے۔ اس کے بغیر بھی جو شخص جب چاہے اللہ کا ذکر کرے اور یہ یاد رکھے کہ اگر اللہ کی توفیق نہ ملے تو بندہ اس کا ذکر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

باب (۲۵)

عابدوں کی آفت کا بیان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا بغیر علم کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسے بغیر مال و حکومت کے فخر کرنے والا اپنے فقر کی وجہ سے لوگوں سے بغض رکھتا ہے اور لوگ اس کے فخر کی وجہ سے اس سے بغض رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ ہمیشہ خدا کی مخلوق کے ساتھ بغیر کسی استحقاق کے دشمنی رکھتا ہے اور جو شخص بغیر کسی استحقاق کے خدا کی مخلوق سے جھگڑا کرتا ہے تو گویا اس نے خدا کی ربوبیت کے ساتھ جھگڑا کیا۔ خداوند عالم کا فرمان ہے۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ علم ہدایت اور کتاب منیر کے بغیر جھگڑا کرتا ہے، اور اس شخص سے بڑھ کر عذاب کسی دوسرے کو نہیں جو ایسا دعویٰ کرے جو حقیقت میں اس میں موجود نہ ہو۔ زید بن ثابت نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے خدا تمہارا نام قاری کی رجسٹر میں نہ دیکھے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا میری امّت پر عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا جس میں کسی کا نام سننا اس کے دیکھنے سے بہتر ہوگا اور اس کے آزمانے سے بہتر صرف اس کی ملاقات ہوگی۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا میری اُمّت کے اکثر منافق عابد ہوں گے تم اس سے توبہ کرو اور جس قدر ہوسکے ایسے اخلاق کے بارے میں اپنے باطن سے ڈرو اور اللہ کی اطاعت اس طرح کرو جس طرح تمہارے جسم اور روح کا رشتہ ہے اپنی حالت سے عبرت حاصل کرو اپنے تمام امور میں اللہ کی مدد چاہو اور اپنے اور

خالق کے درمیان کی حقیقت سمجھو اللہ سے ہر وقت دن رات انکساری اختیار کرو جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ تم آہستہ اور گریہ وزاری کے ساتھ اپنے رب سے دعا مانگو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور حد سے نکلنا آجکل ہمارے زمانے میں عابدوں کی صفت بن گئی ہے پس اپنے امور اللہ کے لیے خالص کرو تاکہ آرزوؤں کے میدان میں ہلاکت میں نہ پڑو۔

باب (۲۶)

حق و باطل کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا خدا سے تقویٰ کرو اور جو چاہو بن جاؤ۔ اور جس شعبے اور قوم میں چاہو شامل رہو کیونکہ تقویٰ میں کسی کو اختلاف نہیں ہر گروہ کے نزدیک تقویٰ پسندیدہ ہے اور ہر طبقہ میں رشد و صلاح کو پسند کیا جاتا ہے اور تقویٰ ہی ہر علم و حکمت کا معیار ہے اور ہر اطاعت کی قبولیت کی بنیاد ہے تقویٰ اللہ کی معرفت کا جاری چشمہ ہے۔ جس کی طرف ہر فن کا علم محتاج ہے اور یہ کہ ہیبت الہٰی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی وجہ سے کسی اور معرفت کی ضرورت نہیں رہتی اور اللہ کے لطف و کرم کی بنا پر اللہ کی معرفت حاصل ہو تو اس کے تقویٰ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور تقویٰ ہر حقیقت کی بنیاد ہے۔ اور باطل وہ چیز ہے جو تجھے اللہ سے تعلق کاٹنے پر مجبور کرے۔ اور اس پر تمام گروہ متفق ہیں تم اس سے پرہیز کرو گے تو خداوند عالم بغیر کسی وسیلے کے تمہیں خوشی نصیب کرے گا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا عرب کی کہاوتوں میں سے یہ کلام کتنا سچا ہے "اللہ کے سوا ہر چیز باطل لغو ہے اور ہر نعمت نے آخر کار زائل ہونا ہے"

پس تم اپنے اوپر صاحبان تقویٰ اور صدق و صفا کے عاملین کے عادات و خصائل اور ان امور میں جن پران کا اتفاق ہے جیسے اصول دین، تسلیم و رضا، اور یقین وغیرہ صفات کو لازم کرو اور لوگوں کے اختلافات میں دخل نہ دو اگر

ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لیے صعوبت کا باعث بنے گا۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے
کہ خداوند عالم ایک ہے اور کسی چیز کی مانند نہیں۔ اس نے اپنے احکام میں عدالت
سے کام لیا ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے حکم فرماتا ہے۔ اس
کی کاموں میں کیوں اور کیسے نہیں کہا جا سکتا۔ اور کوئی بھی چیز اس کی مشیت
کے بغیر نہ تو تھی اور نہ ہوگی۔ اپنے وعدوں اور وعید میں سچا ہے۔ جو چیز وہ چاہے
اس پر قادر ہے۔ قرآن اس کا کلام ہے۔ اور وہ کون و مکان سے پہلے تھا اور تمام
زمانوں سے پہلے سے ہے۔ اس کی ذات کے علاوہ تمام کائنات اور نئی چیزوں نے
فنا ہونا ہے۔ اور حوادث کے تحت اس کے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ان حوادث
کے ختم ہونے سے اس کے علم میں کوئی کمی ہوتی ہے۔ اور نہ اس کی سلطنت میں
کوئی فرق پڑتا ہے۔ اس لیے تم لیے ہر امر سے اپنے آپ کو الگ کرو جو اس بنیاد
کی کمزوری کا سبب بنے اس طرح تم اس کے باطنی برکات سے مستفید ہوگے
اور کامیاب ہونے والوں کے ساتھ تمہیں بھی کامیابی نصیب ہوگی۔

باب (۲۷)

انبیاء کی معرفت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بے شک خداوند عالم نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے لطف وکرم اور رحمتوں کا خزانہ بنایا ہے اور انہیں اپنے علم کا خزینہ قرار دیا ہے اور دوسری تمام مخلوقات میں سے انفرادیت عطا کی ہے اور ان کے اخلاق و احوال کسی دوسرے کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے۔ جبکہ خداوند عالم نے انہیں تمام مخلوق کے لیے وسیلہ بنایا ہے۔ ان کی محبت اور اطاعت کو اپنی رضا اور ان کی مخالفت اور دشمنی کو اپنی ناراضگی کا موجب قرار دیا ہے اور ہر قوم اور گروہ کو حکم دیا ہے کہ اپنی ملت کے رسول کی اتباع کریں۔ اور کسی بھی اطاعت کی قبولیت کے لیے ان کی اطاعت معرفت محبت، اور حرمت ووقار اور تعظیم کو شرط قرار دیا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک ان کا بڑا درجہ اور رتبہ رکھا ہے اور کوئی انہیں ان کے مرتبے سے ہٹا نہیں سکتا۔ ان کے مقام و مرتبہ، احوال اور اخلاق کے بارے میں اللہ کی طرف سے محکم بیان کے بغیر تم اپنی عقل کے ذریعے ادراک نہیں کر سکتے۔ تمام ارباب بصیرت کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درجات وفضائل ان کے نزدیک دلائل کے ذریعے متحقق ہیں جن کی بناء پر خداوند عالم کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے اس لیے اگر تم ان کے اقوال وافعال کو چھوڑ کر دوسرے ان سے ادنیٰ لوگوں کے اقوال کو قبول کرو گے تو گویا تم نے بُرا کیا۔ اور ان کی معرفت وخصوصیات کا انکار کیا۔ اور خود کو ایمان اور معرفت کے درجے سے گرا دیا۔ خبردار ایسا نہ کرنا۔

باب (۲۸)

ائمہ علیہم السلام کی معرفت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حضرت سلمان فارسی کی اسناد سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک دفعہ میں رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضور اکرمؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے سلمان خداوند عالم نے جب کسی بھی نبی اور رسول کو مبعوث فرمایا تو ان کے بارہ نقیب قرار دیئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے یہ بات یہودیوں اور نصاریٰ سے بھی جان لی ہے فرمایا کیا تم نے میرے بارہ نقیبوں کی معرفت بھی حاصل کی ہے جنہیں خداوند عالم نے میرے بعد امامت کے لیے چُنا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اے سلمان جان لو کہ خداوند عالم نے مجھے اپنے نُور سے پیدا کیا اور مجھے اپنی طرف دعوت دی تو میں نے اطاعت کی پھر میرے نُور سے علی کو پیدا کیا اسے دعوت دی تو اس نے کی پس میرے اور علی کے نور سے فاطمہ کو پیدا کیا۔ اسے دعوت دی انہوں نے اطاعت کیا تو میرے اور علی و فاطمہ کے نورؑ سے حضرات حسنین کو خدا نے خلق فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے ہمیں پانچ ناموں سے پکارا پس اللہ تعالیٰ محمود ہے اور مجھے محمد قرار دیا۔ خداوند عالم اعلیٰ ہے اور انہیں علیؑ بنایا اللہ تعالیٰ فاطر السموات ہے اور انہیں فاطمہؑ بنایا اللہ احسان کرنے والا ہے اور اسے حسنؑ بنایا اللہ تعالیٰ محسن ہے اور انہیں حسینؑ قرار دیا۔ اور خداوند عالم نے حسینؑ کے نور میں سے نو ائمہ کو خلق فرمایا اور آسمان کو

بلند کرنے، زمین کو بچھانے اور ہوا، فرشتے اور انسانوں کے خلق کرنے سے پہلے انہیں دعوت دی تو انہوں نے اطاعت کی۔ ہم اس وقت نور تھے، ہم سنتے تھے اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور اطاعت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے پوچھا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر کوئی ان کی معرفت کا حق ادا کرتے ہوئے معرفت حاصل کرے تو ان کا اجر کیا ہے؟ فرمایا اے سلمان! جو شخص ان کی معرفت کا حق ادا کرے اور ان کی پیروی کرے ان سے محبّت رکھے اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے تو خدا کی قسم وہ ہم میں سے ہوگا ہم جہاں جائیں وہ بھی وہاں جائے گا اور وہ ہماری حیثیت کا حامل بن جائے گا۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ کیا ان کے ناموں اور نسبت کے بغیر معرفت رکھنا ایمان میں سے ہے فرمایا نہیں، اے سلمان! میں نے کہا یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ہو جاؤں فرمایا اے سلمان حسینؑ تک تو تم نے معرفت حاصل کرلی میں نے کہا ہاں یارسول اللہ فرمایا ان کے بعد سید العابدین علی بن الحسین، پھر ان کے فرزند محمد بن علی باقر علیہ السّلام جو اوّلین و آخرین انبیاء کے علم کے حامل ہیں اس کے بعد جعفر بن محمد جو اللہ کی سچی زبان ہیں ان کے بعد موسیٰ ابن جعفر الکاظم ہیں جو اللہ کی خاطر صبر کرنے والے ہیں ان کے بعد علی بن موسیٰ الرضا اللہ کی خوشنودی پر راضی رہنے والے، اس کے بعد محمد بن علی اللہ کے برگزیدہ، پھر علی بن محمد الہادی، اس کے بعد حسن بن علی اللہ کے رازوں کے امین ان کے بعد حضرت م ح م د قائمؑ آل محمد جن کا لقب ابوالحسن ہے سلمان نے کہا یہ سن کر میں بہت رویا اور پوچھا یارسول اللہ کیا مجھے ان کے عہد تک مہلت ملے گی فرمایا اے سلمان یہ آیت پڑھو۔ پس جب پہلے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیئے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم کو جماعت کثیر

بنا یا۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵، ۶) سلمان نے کہا یہ سن کر مجھے زیادہ رونا آیا اور میں
نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے ؟ فرمایا ہاں اس ذات کی
قسم جس نے مجھے مبعوث برسالت کیا اور رسول بنایا مجھ سے علیؑ سے فاطمہ حسن وحسین سے
نو افراد ائمہ سے یہ عہد ہوا ہے جو حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں اور تجھ سے بھی اور ہمارے
ہر مظلوم کے ساتھ جو محض ایمان رکھتا ہو۔ ہاں اے سلمان بے شک ابلیس اور اس
کی فوج کو اور بلکہ تمام محض کفر والوں کو حاضر کیا جائے گا اور ان کے ہر ظلم کا پورا پورا بدلہ
لیا جائے گا۔ اور تیرا پروردگار کسی پہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرے گا۔ اور ہم اس آیت کی
تاویل ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ان پر احسان کریں اور
ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں ملک کا وارث بنائیں اور ملک میں ان کو قدرت دیں
فرعون وہامان اور ان کے لشکر کو وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے" (سورہ
قصص آیت ۶) سلمان نے کہا کہ یہ سن کر میں رسول اللہ کے سامنے سے یہ کہتے ہوئے اٹھا
اب سلمان کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس طرح موت سے ملاقات کرتا ہے یا موت اس
سے ملاقات کرتی ہے۔

باب (۲۹)

صحابہ کی معرفت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا شک کے ساتھ یقین کی طرف اور مخفی کے ساتھ آشکارا کی طرف دعوت مت دو۔ جسے تم نے نہیں دیکھا صرف ظن کر اس کا حکم جاری مت کرو تمہارے مومن بھائیوں کے بارے میں غیبت اور سوء ظن اللہ کے ہاں بڑی ناپسندیدہ شے ہے۔ پس تم کس طرح دروغ گوئی بہتان اور گمان کی بنا پر اصحاب رسول اللہ کے بارے میں جرأت کرتے ہو۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ بھی علم نہیں تھا۔ تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک بڑی بھاری بات تھی۔ (سورہ نور آیت: ۱۵) اور جب تم کسی کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کسی قول یا فعل کا اچھا پہلو پاتے ہو تو اس کے دوسرے پہلو کو اختیار مت کرو۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے" لوگوں کے ساتھ ہر وقت اچھی بات کہو۔ جان لو کہ خداوند عالم نے اپنے نبی کے لیے صحابہ کے ایک گروہ کو برگزیدہ کیا اور انہیں بڑی عزت و تکریم دی اور ان کے ذریعے اپنے حبیب کی تائید و نصرت کا شرف انہیں دیا اور اس سلسلے میں انہوں نے بڑی ناگواریاں برداشت کیں اور اپنے نبی کی زبان سے ان کے فضائل و مناقب بیان کرائے اور ان کی محبت لازمی قرار

دی پس تم اہل بدعت کی مجالس اور ہم نشینی سے گریز کرو۔ جن میں دلوں کے اندر کفر و نفاق پیدا ہوتا ہے اگرچہ بعض کے فضائل میں اشتباہ ہو سکتا ہے مگر سب کی حقیقت عالم الغیب پروردگار جانتا ہے۔

اس لیے تم صرف اسی قدر کہو خداوندا میں انہیں دوست رکھتا ہوں جنہیں تم اور تمہارا رسول دوست رکھتے ہیں اور میں ان سے بغض رکھتا ہوں جن سے تم اور تمہارا رسول بغض رکھتے ہیں اور اس سے زیادہ تم پر کوئی تکلیف شرعی نہیں۔

باب (۳۰)

مومنین کے احترام کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا۔ مومنین کا احترام وہی کرتے ہیں جو خداوند عالم کے حضور محترم ہیں اور ایسے ہی لوگ مومنین کا زیادہ سے زیادہ احترام کرتے ہیں۔ اور جو مومنین کے احترام کو ہتک سمجھتا ہے اس کے ایمان کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ اللہ کی تعظیم میں یہ بھی شامل ہے برادران ایمانی کی تعظیم کی جائے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے بڑوں کی عزّت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، تم کسی مسلمان کو کافر مت کہو کیونکہ توبہ کا بیان اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ منافق جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ پس تم ایسا رویّہ اختیار کرو جیسا تم چاہتے ہو۔ کہ تمہارے ساتھ کیا جائے۔

باب (۳۱)

والدین کے ساتھ نیکی کا بیان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کسی بندے کی اللہ کی حسن معرفت کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے۔ اور کسی بندے کو اللہ کی رضا تک جلدی پہنچانے والی عبادت مومن والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کیونکہ والدین کا حق اللہ کے حقوق میں سے ایک ہے جبکہ وہ دونوں اللہ کی راہ پر گامزن ہوں۔ اور وہ دونوں اولاد کو اللہ کی اطاعت سے روکتے نہ ہوں۔ اور اولاد کو یقین سے شک اور زہد سے دنیا پرستی کی طرف بلانے والے نہ ہوں۔ اور اللہ کی مخالفت پر ابھارنے والے نہ ہوں اگر وہ دونوں ایسا کریں گے تو ان کی اطاعت گناہ ہے اور ان کی نافرمانی کرنا اطاعت ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے اگر وہ دونوں تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میرے راستے کی طرف رجوع کرے اس کی پیروی کرنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (سورہ لقمان آیت: ۱۵) ہاں ان کے ساتھ اچھی ہمنشینی اختیار کرنا اور نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آنا اور ان کی طرف سے اذیت اور تکلیف پہنچے تو اسے برداشت کرنا کیونکہ انہوں نے تیری طفلی میں تیری وجہ سے ایسی مشقتیں برداشت کی ہیں۔ اور خدا نے جو کچھ کشائش دی ہے اس کے ذریعے

انہیں تنگی میں مبتلا نہ کرنا۔ اور کھانا لباس وغیرہ میں فراوانی کرنا، ان سے منہ نہ پھیرنا اور ان کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا نہ کرنا کیونکہ ان دونوں کی تعظیم کرنا اللہ کے حکم سے فرض ہے۔ اور ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے بات کرنا اور ہر وقت لطف و مدارات کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

باب (۳۲)

انکساری کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا تواضع و انکساری کسی کے بلند مرتبہ ہونے اور عظمت شان کی نشانی ہے اگر تواضع کی کوئی زبان ہوتی تو اس کے انجام کے مخفی حقائق کا پتہ چلتا اور انکساری وہی ہے جو اللہ کے لیے اور اللہ کی خاطر کی جائے اس کے علاوہ انکساری مکر کے سوا کچھ نہیں اور جو شخص اللہ کی خاطر انکساری برتتا ہے تو خداوند عالم اپنے بہت سے بندوں پر اسے شرف عطا کرتا ہے۔ انکساری کرنے والوں کی ایک الگ پہچان ہوتی ہے۔ کسی سے تواضع کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا حق کو قبول کرنا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے ایک بچے سے ہی کیوں نہ سنے۔ اور علم کے ساتھ انکساری کی جائے تو بہت سے فخر و غرور سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اس بارے میں قرآن میں بہت ساری آیات وارد ہیں اور تکبر کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ انکساری کرنے والوں کی خصوصی نشانی کے ذریعے آسمان کے فرشتے اور زمین پر اہل عرفان انہیں پہچان لیتے ہیں۔ جیسے کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔" اعراف میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں ہر کوئی ان کی نشانیوں کی بناء پر پہچان لے گا۔" نیز ارشاد ہوا۔" تم میں سے کوئی اگر اپنے دین میں سے مرتد ہو جائے تو خدا ایسے لوگ پیدا کرے گا جن کو وہ دوست رکھے اور اسے وہ دوست رکھیں گے جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں

(سورہ مائدہ آیت ۴۵) نیز ارشاد ہوا تم میں سے اللہ کے ہاں وہ مکرم ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے۔ نیز ارشاد ہوا "تم اپنے آپ کو پاکیزہ مت جتاؤ۔" تواضع کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کی عظمت و ہیبت کے سامنے انکساری بیان کی جائے۔ اللہ کی خوشنودی کا باعث ایسی ہی عبادت ہے جو اس کے حضور انکساری کے ساتھ بجالائی جائے۔ اور تواضع کی حقیقت وہی بندے سمجھ سکتے ہیں جو اس کی وحدانیت سے متصل ہیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ رحمٰن پروردگار کے بندے وہی ہیں جو زمین پر نرمی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب انہیں جاہل مخاطب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ خداوند عالم نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکساری کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا صاحبان ایمان میں سے جو لوگ تمہاری پیروی کریں ان کے ساتھ انکساری برتو نیز تواضع خشوع و خضوع، حیا اور خوف الہٰی کا باعث ہوتا ہے۔ اور ان تمام کا اظہار انکساری کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور ایک آدمی شرافت کی عظمت اور رفعت اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ اللہ کے حضور انکساری اور تواضع اختیار کرے۔

باب (۳۳)

جہالت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں جہالت کی شکل یوں بتائی گئی ہے کہ اس کے سامنے اندھیرا ہے اور پیچھے روشنی ہے۔ اور بندہ اس کے ساتھ اس طرح پلٹتا ہے جیسے سایہ سورج کے ساتھ پلٹتا ہے۔ کیا تم ایسے اشخاص کو نہیں دیکھتے کہ بعض اوقات اپنی خصلتوں کو قابل تعریف سمجھتے ہیں اور دوسرا اس کے عیوب کو بیان کر اس سے ناراض رہتا ہے اور بعض اوقات وہ اپنی برائیوں کا علم رکھتا ہے اور ان فضائل کو ناپسند کرتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس وقت وہ عصمت اور رسوائی کے درمیان ہوتا ہے جب وہ عصمت کی طرف بڑھتا ہے تو نجات پاتا ہے اور رسوائی کی طرف بڑھتا ہے تو خطا کرتا ہے اور جہالت کی کلید یہی ہے کہ اس پر راضی رہا جائے اور اسی کا عقیدہ رکھا جائے اور علم کی کلید یہ ہے کہ توفیق کے حاصل ہونے پر نرمی کے ساتھ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرلے۔ اور جاہل کی ادنیٰ صفت یہ ہے کہ وہ بغیر کسی استحقاق کے علم کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور جہالت درمیان میں حائل ہو جاتی ہے اس کے انکار کی وجہ سے وہ علم سے دور ہوتا ہے۔ کوئی شے اسے ثابت نہیں کرتی بلکہ اس کی حقیقت کی نفی کرتی ہے سوائے دنیا میں جہالت اور حرص و لالچ کے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے عمل کی طرح ہے اور کل ان کے ہر آج کی طرح ہے۔

باب (۳۴)

کھانا کھانے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہر حالت میں اور ہر قوم کے ہاں کم کھانا قابلِ تعریف ہے کیونکہ اس میں ظاہری اور باطنی مصالح ہیں۔ چار طرح کا کھانا پسندیدہ ہے۔ یعنی ضرورت کے تحت، روزی سمجھ کر، کشائش کے لیے قوت بدن کے لیے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کے لیے کھانا ضروری ہے۔ صاحبان تقویٰ روزی کھاتے ہیں۔ اللہ پر توکل کرنے والے کشائش کھاتے ہیں اور صاحبانِ ایمان قوت بدن کے لیے کھاتے ہیں۔ مومن کے دل کے لیے زیادہ کھانے سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں۔ کثرت سے کھانا دو چیزوں کا باعث بنتا ہے۔ قساوت قلبی کا سبب ہوتا ہے اور خواہشات نفسانی میں ہیجان کا باعث ہوتا ہے۔ بھوک مومنوں کے لیے روح کی غذا دل کا طعام بدن کی صحت کا باعث ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا بنی آدم نے پیٹ سے بڑھ کر کسی برے برتن کو پُر نہیں کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا ضرورت کے باوجود ایک لقمے کو ترک کرنا میرے نزدیک بیس راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور منافق سات آنتوں سے کھاتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ دو کھوکھلی چیزوں سے لوگوں کو خرابی پہنچتی ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ دو چیزیں کیا ہیں فرمایا پیٹ اور شرمگاہ۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا دل کے شدید امراض میں سے شدید ترمرض، قساوت قلبی ہے۔

باب (۳۵)

وسوسے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کسی بندے میں شیطان اسی وقت وسوسہ پیدا کر سکتا ہے جب وہ اللہ کی یاد سے منہ پھیرے اور یہ بھول جائے کہ اس کا مالک اس کے باطن پر مکمل اطلاع رکھتا ہے۔ وسوسہ اسے کہتے ہیں جو دل کے باہر سے اشارۃً عقل کی سمجھ میں آئے اور عادت بن جائے لیکن وسوسہ اتنی قوت اختیار کرے کہ دل میں ہمیشہ قائم رہے تو یہ بغاوت، گمراہی اور کفر ہے۔ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر لطف و کرم کی وجہ سے ابلیس کی دشمنی سے معرفت کرادی ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا۔ بیشک ابلیس تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی سمجھو۔ پس اس کے ساتھ نگہبان کتے کا سا سلوک کرو جو بھگانے کے باوجود اپنے مالک کی طرف آتا ہے اسی طرح جب بھی شیطان تمہارے پاس وسوسے لے کر آئے تاکہ تمہیں حق راستے سے گمراہ کرے اور اللہ کے ذکر کو بھلادے تو اپنے پروردگار کی پناہ چاہو بے شک۔ تمہارا پروردگار حق کی تائید کرتا ہے اور مظلوم کی مدد کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا" اسے ان لوگوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکّل رکھتے ہیں۔ مگر یہ قدرت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان استقامت کے ساتھ اطلاع رکھنے والے کی خدمت اور اس کے ذکر پر ثابت قدم رہے اور جو لوگ اس کی قدر نہیں کرتے وہ بہت جلد شیطان کا شکار بن جاتے ہیں۔ اور خود اس کے نفس کی وجہ سے وہ فریب اور وسوسے میں مبتلا ہوا اور تکبر و غرور کرتے ہوئے خود پسندی

میں مبتلا ہو کر اپنی عبادت و بصیرت اور جرأت پر ناز کرنے لگا جس کی وجہ اس کے علم و معرفت نے اسے ابدی لعنت میں گرفتار کرا دیا۔ پس تم اللہ کی مضبوط رسی سے تمسک رکھ کر اللہ سے مدد چاہو کیونکہ ہر احتیاج میں ہر شخص کے لیے خدا کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اور خبردار تمہاری اطاعت کبھی تمہیں غرور میں مبتلا نہ کرے۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے نیکی کے ننانوے دروازے کھول دے گا تاکہ تمہارے ذریعے پورے سو پر فتح و غلبہ حاصل کرے۔ پس تم اس کے اضداد اور خواہشات کے خلاف عمل کر کے اس کا مقابلہ کرو۔

باب (۳۶)

خود پسندی کے پیمانے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تعجب ہے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے عمل کی وجہ سے خود پسندی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا وہ اپنے نفس اور کام پر خود پسند ہو کر رشد و ہدایت کی راہ سے بھٹک جاتا ہے اور جو کچھ وہ نہیں ہوتا اس کا دعوی کرتا ہے اور وہ بغیر کسی استحقاق کے دعوی کرتا ہے درآنحالیکہ وہ اپنے دعوے پر جھوٹا ہوتا ہے۔ چاہے وہ اپنے دعوی کو مخفی رکھے اور طویل زمانہ کیوں نہ گزرے مگر جو سلوک خود پسندی کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ جس چیز پر فخر کرتا ہے اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ یہ جان لے کہ وہ ایک حقیر اور عاجز ہستی ہے اور اس کا نفس اس پر گواہی دیدے اور اس پر تاکید کے ساتھ حجت تمام ہو جائے۔ جیسا کہ ابلیس کے ساتھ کیا گیا۔ اور خود پسندی انسان کے دل میں کفر کا بیج بوتا ہے۔ اس کی زمین نفاق ہوتی ہے اور بغاوت سے اس کی سینچائی ہوتی ہے۔ اس کی شاخیں جہالت اور پتے گمراہی کے ہوتے ہیں اور پھل لعنت اور جہنم کی ہمیشگی ہے۔ جب بھی نفاق کی کھیتی پر کفر کا بیج بویا جاتا ہے تو لازمی ہے کہ اس کا پھل جہنم کی صورت میں ملے۔

باب (۳۷)

سخاوت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا سخاوت انبیاء کے اخلاق میں سے ہے اور یہ ایمان کے ستونوں میں سے ایک ہے۔ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک سخی نہ ہو اور اس وقت تک سخی نہیں ہو سکتا جب تک صاحب یقین نہ ہو اور علو ہمت کا مالک نہ ہو۔ کیونکہ سخاوت یقین کے نور کی کرن ہے جو بتاتا ہے کہ جو خرچ کیا وہ بچائے ہوئے سے وزنی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا خداوند عالم نے اپنے اولیاء کی فطرت سخاوت پر ہی قرار دی ہے اور سخاوت دنیا کی ہر ایسی چیزوں پر واقع ہوتی ہے سخاوت کی علامت یہ ہے کہ وہ شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ دنیا کون کھاتا ہے؛ یہ کسی مومن کی ملکیت میں جاتی ہے یا کافر کی، اطاعت گزار کے پاس جاتی ہے یا نافرمان کے پاس شریف یا پست افراد کی ملکیت ہوتی ہے، دوسروں کو کھلاتا ہے اور خود بھوکا رہتا ہے، دوسروں کو پہناتا ہے اور خود ننگا رہتا ہے خود دوسروں کو دیتا ہے اور دوسروں کی بخشش قبول نہیں کرتا دوسروں پر احسان کرتا ہے مگر کسی کا احسان نہیں لیتا۔ اگر ساری دنیا اس کی ملکیت میں آ جائے تو بھی وہ اپنے آپ کو اجنبی پاتا ہے۔ اور آن واحد میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا سخی اللہ کے قریب ہے لوگوں کے قریب ہے اور جنت کے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور، لوگوں سے دور ہے

جنت سے دور ہے اور جہنم کے قریب ہے اور اللہ کی اطاعت میں خرچ کیے بغیر سخاوت نہیں ہو سکتی۔ چاہے پانی کا ایک گھونٹ یا ایک ہی چپاتی کیوں نہ ہو۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا سخی اپنے مال و دولت کے ذریعے اللہ کی رضا چاہتا ہے اور اور بناوٹی سخاوت کرنے والا معصیت کار ہے اور اس کے لیے اللہ کا غضب اور ناراضگی لازمی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نفس کے لیے بخیل ہے تو دوسروں کے لیے کیسے سخی ہو سکتا ہے دراصل وہ اپنے خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ کے احکام کی مخالفت کرتا ہے۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا "بے شک وہ لوگ اپنے بوجھوں کے ... اور بوجھ بھی اٹھائیں گے" حضور اکرمؐ نے فرمایا بنی آدم کہتا ہے کہ میری ملکیت اور میرا مال۔ جب یہ مال و دولت تھی تو تم موجود ہی نہ تھے اور نہ آئندہ ہوں گے (بلکہ اس کا کوئی اور مالک بن جائے) اور تمہارے حصے میں اس سے زیادہ کیا ہے کہ جو تو نے کھایا تو نے اسے فنا کیا جو پہنا اس نے تجھے مبتلا کیا یا صدقہ دیا ہو تو تم نے اسے باقی رکھا - اس کی وجہ سے یا تو تجھ پر رحم کیا جائے گا یا سزا دی جائے گی۔ پس تم عقل سے کام لو ایسا نہ ہو کہ دوسروں کا مال اپنے مال سے زیادہ تمہیں پسندیدہ ہو۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا جس مال کو تم پہلے بھیجتے ہو وہ مالکوں کے لیے ہے اور جو مال اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہو وہ وارثوں کے لیے ہے جو تمہارے پاس ہے وہ سوائے تمہارے غرور کے سبب کے اور کچھ نہیں۔ دنیا کے لیے کتنی تگ و دو کرتے ہو اور کتنا کچھ چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔ کیا تم اپنے آپ کو فقیر کر کے دوسروں کو غنی دیکھنا چاہتے ہو۔

باب (۳۸)

حساب کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا خداوند عالم کا فرمان ہے "اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں (سورہ انبیاء آیت ۴۷) بعض ائمہ نے فرمایا حساب لیے جانے سے پہلے تم اپنے عمل کا حساب کرو اور حیاۃ کے میزان پر اپنے اعمال وزن کرو قبل اس کے کہ وزن کیا جائے۔ حضرت ابوذر نے کہا جنت کا ذکر بھی موت ہے اور جہنّم کا ذکر بھی موت ہے۔ افسوس ہے اس نفس پر جو دو موتوں کے درمیان زندہ ہو۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا سے روایت ہے کہ آپ طویل راتوں کو جنّت و جہنّم کے بارے میں غور و فکر کرتے تھے اور بغیر سوئے راتیں گزار لیتے تھے جب صبح ہوتی تو کہتے تھے اے پروردگار میرے جائے قرار اور فرار کی جگہ کہاں ہے؟ میرے پروردگار سوائے تیرے اس کے میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

باب (۳۹)

نماز کی ابتداء کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب تم قبلہ رُخ کھڑے ہو جاؤ تو دنیا اور اس کی موجودات سے ناامیدی اختیار کرو۔ اور تمام مخلوق اور ان کے متعلقات سے مایوسی اختیار کرو۔ اور ایسی تمام مصروفیات سے اپنے آپ کو فارغ کرو جو تمہارے دل کو اللہ کی یاد سے دور کرنے والی ہوں۔ اور اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ کی عظمت کا معائنہ کرو۔ تمہارے اوپر اور تم جس کے سامنے ہو اسے یاد کرو۔ خداوند عالم کا فرمان ہے وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کرے گا اور وہ اپنے برحق مالک کی طرف لوٹائے جائیں گے (سورہ یونس آیت ۳۰) اور ہر وقت خوف و رجا کے ساتھ قدم اٹھاؤ۔ جب تکبیر ہو تو زمین و آسمان کی موجودات کو اس کی کبریائی کے سامنے چھوٹا سمجھو کیونکہ خداوند عالم بندے کے دل کی حالت سے واقف ہے جب وہ تکبیر کہے اور اس کے دل میں شان کبریائی دور کرنے کا باعث کوئی چیز ہو تو فرماتا ہے۔ اے جھوٹے۔ کیا تو مجھے دھوکہ دیتا ہے میری عزت و جلالت کی قسم میں تجھے اپنے ذکر کی مٹھاس سے محروم کروں گا۔ میں تمہیں اپنے تقرب اور مناجات کی مسرت سے دور رکھوں گا۔ یہ جان لو کہ خداوند عالم تمہاری دعاؤں، عبادت اور خود تم سے بے نیاز ہے اس نے تمہیں اپنے فضل کی طرف بلایا ہے تاکہ تم پر رحم کرے اور اپنی سزا سے دور کرے تم پر اپنی برکات و احسانات کی بارش کرے اور تمہیں اپنی ہدایت کی راہ کی طرف رہنمائی کرے

اپنی مغفرتوں کا دروازہ تم پر کھولے۔ اگر خدا اپنی مخلوقات میں سے کئی گنا زیادہ مخلوق پیدا کرے تو بھی اللہ کی قدرت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کہ وہ سب کفر اختیار کریں یا توحید کا اقرار کریں۔ مخلوق کی عبادت تو سوائے اظہار قدرت وکرامت کے اور کچھ نہیں پس تم حیا کو اپنا اوڑھنا انکساری کو لباس قرار دے کر قدرت الہی کے سائے میں اپنے آپ کو داخل کرو تاکہ اس کی پروردگاری سے تمہیں فائدہ پہنچے اس سے مدد مانگو اور اسی سے فریاد کرو۔

باب (۴۰)

رکوع کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی بندہ اللہ کے حضور رکوع کرتا ہے تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ عزت و آبرو کے نور سے اسے زینت عطا کرتا ہے۔ اور اپنی کبریائی کا سایہ اس پر کرتا ہے۔ اور اسے صدق و صفا کا لباس پہناتا ہے۔ رکوع پہلا درجہ ہے اور سجدہ دوسرا درجہ ہے جو پہلے درجے کو حقیقت میں پاتا ہے تو اسے دوسرے درجے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ رکوع میں ادب ہے اور سجود میں تقرب ہے اور جس میں حسن ادب پیدا نہ ہو اسے تقرب کی صلاحیت نہیں مل سکتی پس تم اللہ کے حضور انکساری کے ساتھ رکوع کرو اور دل میں تواضع پیدا کرو اور اس کی قدرت کے سامنے خوف کھاتے ہوئے تذلل کے ساتھ اپنے اعضا و جوارح کو جھکا دو اور رکوع کرنے والوں کو حاصل شدہ فوائد سے محرومی کا غم کرتے ہوئے جھکو۔

ربیع بن خثیم رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں حکایت کی گئی ہے کہ آپ پوری رات جاگ کر صبح تک ایک رکوع میں گزارتے تھے اور جب صبح ہوتی تھی تو آہیں کھینچتے تھے اور فرمایا آہیں بھر کہ مخلصین نے سبقت پائی۔ اور ہمیں چھوڑ دیا۔ اپنی پشت کو پورا جھکا کر پورا رکوع کرو اور اس کی خدمت میں اپنی ہمتیں صرف کرو۔ اور اپنے دل کو شیطان کے وسوسوں اس کے فریب اور دھوکوں سے دور رکھو کیونکہ خداوند عالم خضوع و خشوع کو دیکھ کر عبادت قبول کرتا ہے۔ اور انہیں خضوع و خشوع کی ہدایت کرتا ہے اور ان کے باطن کے خلوص کے مطابق عظمت دیتا ہے۔

باب (۴۱)

سجود کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص حقیقت میں سجدہ بجا لائے گا چاہے ساری عمر میں ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اسے اللہ نقصان اٹھانے نہیں دے گا۔

اور وہ شخص فلاح نہیں پا سکتا جو اس حالت میں اپنے پروردگار کے ساتھ خلوت کرکے سجدے کی نقل کرتے ہوئے غافل ہو کر اپنے نفس کو دھوکہ دینے والا ہے۔ اور اس سے بہرہ مند ہونے کی خواہش کرے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساجدین بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے کہ اپنے بندوں کو جلدی اور بعد میں عطا کرے (تو یہ محال ہے) اور جو شخص بہترین سجدے کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے وہ کبھی بھی اللہ سے دور نہیں ہوتا۔ اور جو شخص سجدے کی حالت میں سوء ادب کا ارتکاب کرتا ہے اور اپنے دل میں اللہ کے سوا کو جگہ دیتے ہوئے اس کی حرمت ضائع کرتا ہے وہ کبھی بھی خدا کا تقرب حاصل نہیں کر سکتا۔ پس تم تذلل اور انکساری کے ساتھ سجدہ کرو، وہ جانتا ہے کہ اس نے مٹی سے بنایا ہے اور اسے مخلوق کے لیے ہموار قرار دیا ہے اور اسی نے انہیں نطفے سے بنایا اور عدم سے وجود بخشا ہے۔ خداوند عالم نے سجدے کی ایک معنویت قرار دی ہے اور انسان کے اپنے دل، روح اور خوشی کے ساتھ تقرب چاہنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ کے غیر

سے دور ہونے کا وسیلہ بنایا ہے۔ کیا تم سجود کے ظاہر پر نظر نہیں کرتے۔ کہ اس پر تمام اعضاو جوارح اس کے حضور برابر حالت میں جھکتے ہیں اور نظر آنے والی چیزوں سے حجاب اختیار کرتے ہوئے اس کی طرف لو لگاتے ہیں۔ اس طرح خداوند عالم نے چاہا ہے۔ کہ بندے کا باطن بھی ماسوا اللہ سے الگ ہو کر اللہ کیلیے خالص ہو جائے۔ پس نماز کے دوران اگر کسی کا دل اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو گا تو حقیقت میں وہ اس چیز کے قریب ہو گا اور اللہ کے حقیقی ارادے سے اس کی بناء پر دُور ہو گا۔ خداوند عالم نے فرمایا "خداوند عالم نے کسی بندے کے بطن میں دو دل نہیں بنائے ہیں۔" حضور اکرمؐ نے فرمایا خداوند عالم کا فرمان ہے جب کبھی کسی بندے کے بارے میں اطلاع ہوتی ہے اور اس میں محبت، خلوص اور صرف میری رضا کی خاطر اطاعت کا علم ہوتا ہے تو میں اس کی سرپرستی کرتا ہوں اس کے امور کی تنظیم کرتا ہوں اسے اپنا تقرب عطا کرتا ہوں اور جو کوئی شخص میرے غیر کے لیے نماز پڑھتا ہے تو وہ استہزا کرنے والوں میں سے قرار پاتا ہے اور وہ خود اپنے آپ کو نقصان اٹھانے والوں کی فہرست میں لکھواتا ہے۔

باب (۴۲)

تشہد کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تشہد اللہ کی ثنا و تعریف ہے
پس تم اس کے باطن کے ساتھ اس کے بندے بنو اور اپنے افعال میں خشوع و خضوع
اختیار کرو۔ جیسے کے اپنے افعال میں اس کی بندگی کا دعویٰ کرتے ہو سچے باطن اور سچی
زبان کے ساتھ نماز پڑھو بے شک اس نے تمہیں اپنا بندہ بنا کر اپنے دل و جان زبان اور
اعضا و جوارح سے اس کی عبادت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ اس کی ربوبیت کے لیے
تمہارا بندگی ثابت ہو جائے۔ اور یہ جان لو کہ مخلوق اس کے قبضے میں ہے اس کی
قدرت و اختیار کے بغیر وہ ایک لمحے کے لیے بھی سانس نہیں لے سکتے۔ اور وہ اس کی
مملکت میں اس کی اجازت اور قدرت کے بغیر ایک ادنیٰ سی چیز بھی حاصل نہیں کر سکتے
خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ "تیرا پروردگار جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے اور جس میں بھلائی
ہو اسی کو برگزیدہ کرتا ہے اور مشرک لوگ جو بیان کرتے ہیں اس سے وہ بہت بلند ہے"
(سورہ آیت)

پس تم اللہ کی یاد رکھنے والے بندے بنو قول و دعویٰ کے ساتھ سچی زبان خلوص
دل سے اس کی نماز پڑھو کیونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ بلند مرتبہ پروردگار ہے
جس نے تمہیں کسی سابقہ ارادے و مشیت کے خلق فرمایا پس تم اپنی بندگی کو حکمت
کے ساتھ اس کی رضا کے تابع کرو۔ اور عبادت کے ذریعے اس کے احکام کو پورا

کرو۔ اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کے حبیب پر درود بھیجو اس نے ان پر درود کو اپنی نماز کے ساتھ ملا دیا اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اس کی گواہی کو اپنی گواہی کے ساتھ ملایا ہے۔

دیکھو تم اس کی معرفت کی برکتوں کو مت ضائع کرو ایسا کرو گے تو تم نماز کے فائدوں سے محروم ہو جاؤ گے اور خداوند عالم نے تمہیں استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں تمہارے لیے شفاعت رکھی ہے۔ اگر کوئی شخص امر و نہی کے واجبات مستحبات اور آداب پر عمل کرے اور دوسروں کو سکھائے تو خداوند عالم کے ہاں اس کا عظیم مرتبہ ہے۔

(باب ۴۳)

سلام کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا نماز کے آخر میں سلام کہنے کا مطلب امان حاصل کرنا ہے۔ یعنی جو کوئی شخص اللہ کے احکام اور حضور اکرمؐ کی سنتوں کو انکساری کے ساتھ بجا لائے گا تو دنیا کی بلاؤں اور آخرت کے عذاب سے مامون رہے گا۔

اور "السّلام" اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جسے اپنے بندوں کے حوالے کیلیے تاکہ وہ اسے اپنے معاملات، حاجات، ہمنشینی اور میل جول میں استعمال کریں۔ اگر تم چاہو کہ تم سلام کو اس کے مناسب مقام پر رکھو تو تم خدا سے تقوٰی اختیار کرو۔ اپنے دل، عقل اور دین کو محفوظ رکھو۔ اور اسے ظلم کی نافرمانیوں سے بچائے رکھو اور جن چیزوں کی تم حفاظت کرتے ہو ان کو سلامت رکھنا چاہیے انہیں وحشت میں مبتلا نہ کرو۔ انہیں زچ نہ کرنا اور نہ انہیں ملول کرنا دوستوں کے علاوہ دشمنوں کے ساتھ برا سلوک نہ کرنا کیونکہ جس کے قریبی اس سے مامون نہ ہوں تو دور والے اس سے بھی بڑھ کر اذیت پائیں گے۔ اور جو شخص سلام کو اس کا یہ مقام نہیں دیتا اس کے لیے نہ تو سلامتی ہے اور نہ اطاعت ہے۔ اور وہ اپنے سلام میں جھوٹا ہے چاہے زیادہ سے زیادہ سلام کرنے والا کیوں نہ ہو۔ یہ جان لو کہ دنیا میں مخلوق امتحان اور آزمائشوں میں گھری ہوئی ہے۔ جو نعمت دے کر آزمایا

جاتا ہے اس پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرے جو شدائد کے امتحان میں ہو وہ صبر کرے اللہ کی اطاعت میں عزت اور معصیت میں توہین ہے اس کی رحمت و رضا کے لیے اس کے فضل و احسان کے علاوہ کوئی راہ نہیں اس کی اطاعت کے لیے اس کی توفیق کے علاوہ کوئی وسیلہ نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں ہو سکتی۔

باب (۴۴)

توبہ کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "توبہ اللہ کی مضبوط رسی اور اس کی عنایات کا پھیلاؤ اور وسعت ہے، بندے کو چاہیے کہ ہر وقت توبہ کرتا رہے۔ بندوں کے ہر گروہ کی ایک الگ توبہ ہے۔ انبیاء کی توبہ اپنے باطنی اضطراب سے ہوتی ہے جبکہ اولیاء کی توبہ اپنی ذہنی کیفیات کی تبدیلی سے ہوتی ہے، اصفیاء کی توبہ باہمی فخر و غرور سے ہوتی ہے، اور اللہ کے خاص بندوں کی توبہ اللہ کے "سوا دوسروں" میں مشغول رہنے سے ہوتی ہے۔ جبکہ عام لوگوں کی توبہ اپنے گناہوں سے ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک گروہ اپنی توبہ اور اس کے انتہائی مدارج کی معرفت اور علم رکھتا ہے۔ اس کی شرح اگر یہاں بیان کی جائے تو طوالت کا باعث ہوگی بس عام توبہ یہ ہے کہ ایک آدمی حسرت و

اس کی شرح اگر یہاں بیان کی جائے تو طوالت کا باعث بنے گی بس عام توبہ یہ ہے کہ ایک آدمی حسرت و ندامت اور گناہوں کے اعتراف کے پانی سے ہر وقت غسل کرے اور گزشتہ گناہوں پر ندامت کا احساس کرے اور اپنی باقی عمر کے بارے میں خوف کرے۔ اپنے گناہوں کو چھوٹا مت سمجھے ایسا کرنا اسے غفلت اور سستی پر ابھارے گا اور اللہ کی جو طاعتیں اس سے ضایع ہوتی ہیں ہمیشہ ان پر گریہ اور افسوس کرے۔ اور خواہشات نفسانی سے نفس کو پاک کرے اور ہر وقت اللہ سے فریاد کرے تاکہ وہ اس توبہ پر قائم رکھے جہل اور عبادت کے میدان میں اپنے نفس کو مقابلے پر رکھے، جو فرائض اس سے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضاء بجا لائے نیز دوسروں پر کیے جانے والے مظالم کی تلافی کرے۔

بُرے ہمنشینوں سے دوری اختیار کرے، راتوں کو نماز پڑھے اور دنوں کو بھوک و پیاس برداشت کرے اور اپنے انجام کے بارے میں غور و فکر کرے، اللہ سے مدد چاہے اور دنیا کی بلاؤں اور تکلیفوں پر استقامت اختیار کرے۔ اور آزمائشوں میں ثابت قدم رہے۔ تاکہ وہ توبہ کرنے والوں کی منزلت سے پیچھے نہ آئے۔ اس طرح اس کے گناہوں سے طہارت اور علم میں اضافہ اور درجات میں بلندی ہوگی۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں اور سچوں کا علم رکھتا ہے۔

باب (۴۵)

گوشہ نشینی کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا گوشہ نشینی اختیار کرنے والا اللہ کے مضبوط قلعے میں پناہ حاصل کرتا ہے اور اس کی امان میں رہتا ہے خوشحال ہو اُس کا جو اپنے باطن اور ظاہر میں ایک ہوتا ہے۔ اور ایسے شخص کے لیے دس صفات کا ہونا ضروری ہے۔ حق و باطل کا علم رکھے، فقر کو دوست رکھے، شدائد کو اختیار کرے زہد اپنائے، خلوت کو غنیمت سمجھے، اپنی عاقبت کی فکر کرے، اپنی تمام کوششیں صرف کرتے ہوئے اپنی عبادت کو قلیل سمجھے، غفلت اختیار نہ کرے بلکہ اللہ کو یاد رکھے، خود پسندی چھوڑ دے، یہ یاد رکھے کہ غفلت اختیار کرنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جو ہر مصیبت کا سبب بن سکتا ہے اور حجاب کا باعث ہوتا ہے اور گھر میں خلوت اختیار کرے اور بغیر ضرورت کے باہر نہ جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا اپنی زبان کی حفاظت کرو تاکہ تمہارا دل آباد ہو جائے اور گھر میں وسعت پیدا ہو۔ ریا اور فضول خرچی سے پرہیز کرو اور اپنے پروردگار سے حیا کرو اپنے گناہوں پر گریہ کیا کرو اور لوگوں سے ایسے دور بھاگو جیسے شیر اور سانپ سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا گویا دوا ہے اور آج کے لوگ بیمار ہیں۔ اس کے بعد جب چاہو اپنے رب سے ملاقات کرو۔

ربیع بن خیثم نے کہا اگر تم سے ہو سکے تو تم کسی ایسی جگہ رہو کہ تم نہ پہچانے

جاؤ۔ کیونکہ گوشہ نشینی میں اعضاء کو تحفظ ملتا ہے دل فارغ ہوتا ہے زندگی کو سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ اور شیطان کا اسلحہ بیکار ہوتا ہے۔ اور انسان ہر برائی سے بچ جاتا ہے، دل کو راحت و سکون ملتا ہے۔ کوئی نبی یا وصی ایسا نہیں جس نے اپنے زمانے میں گوشہ نشینی اختیار نہ کی ہو چاہے اپنے ابتدائی زمانے میں یا آخری زمانے میں۔

باب (۴۶)

خاموشی کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا خاموشی اوّلین حقیقت تک رسائی پانے والوں کی نشانی ہے۔ اور قلم اسی پر رُک جاتا ہے کہ خاموشی دُنیا وآخرت کی ہر راحت کی کلید ہے اس میں اللہ کی رضا ہے اور حساب آسان ہوتا ہے۔ پست چیزوں اور خطاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ خداوند عالم نے اسے جاہل کے لیے پردہ قرار دیا ہے۔ عالم کے لیے زینت قرار دیا ہے۔ اس کے ذریعے خواہشات دور ہوتی رہیں نفس کو ریاضت ہوتی ہے عبادت میں حلاوت پیدا ہوتی ہے اور قساوت قلبی ختم ہوتی ہے۔ پاکدامنی، بلند ظرفی، اور مروّت جیسی اعلیٰ اقدار پیدا ہوتی ہیں۔ بغیر ضرورت کے تم ہر وقت اپنی زبان کا دروازہ بند رکھو خصوصاً اس وقت کہ سمجھ داہلیت رکھنے والے نہ ہوں۔ سوائے اللہ کی خاطر اور اللہ کی ذکر کے بات مت کرو۔

ربیع بن خیثم ہر وقت اپنے سامنے ایک کاغذ رکھتے تھے اور جو کچھ بھی بات کرتے تھے اسے لکھ لیتے تھے۔ اس کے بعد رات کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے اور کہتے تھے ہائے ہائے نجات تو خاموش رہنے والوں نے حاصل کی۔ اور صحابہ کرام میں سے بعض اپنے منہ میں کنکر رکھتے تھے اور جب بات کرتے تو دیکھ لیتے کہ ہم جو بات کرتے ہیں وہ اللہ کی خاطر ہے یا نہیں اگر اللہ کی رضا میں ہوتی تو کنکر کو منہ سے باہر نکالتے تھے۔

اور صحابہ کرام میں سے اکثر بیماروں کی طرح بات کرتے اور غرق ہونے والوں کی طرح سانس لیتے تھے۔ کیونکہ لوگوں کے غرق ہونے اور نجات پانے کا باعث اکثر بات ہی ہوتی ہے۔ خوشحال ہو اس کا جسے کلام کے عیوب سے آگاہی حاصل ہو۔ جو خاموشی اور اس کے فوائد کو جانتا ہو۔ کیونکہ خاموشی ابنیاء اور اولیاء کی نشانی ہے۔ اور جو کلام کی قدر و قیمت جانتا ہے وہ خاموشی اختیار کرتا ہے۔ اور اس کے خزانوں میں امانت داری کا مظاہرہ کرتا ہے تب اس کی بات اور خاموشی دونوں عبادت قرار پاتے ہیں اور اس کی اس عبادت پر سوائے پروردگار کے اور کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔

باب (۴۷)

عقل اور خواہشات نفس کے بارے میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو حق بات کہتے وقت نرم ہوتا اور اپنی بات انصاف سے کرتا ہے۔ باطل سے دُور رہتا ہے اور اسے دشمن رکھتا ہے۔ دنیا تو ترک کرتا ہے مگر دین ترک نہیں کرتا ہے۔ عاقل کی پہچان دو چیزوں سے ہوتی ہے وہ ہمیشہ بات سچی کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے۔ عاقل کبھی کوئی ایسی بات نہیں کرتا کہ عقل جس کا انکار کرے اور تہمت کی جگہوں سے بچتا ہے جو عقل کے ذریعے اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اسے زیادہ مہلت نہیں دیتا علم اس کے اعمال کا دلیل ہوتا ہے بردباری اس کے حالات کا رفیق ہوتا ہے۔ اس کے مذہب میں یقینی معرفت ہوتی ہے اور خواہشات عقل کی دشمن ہوتی ہیں حق کی مخالف اور باطل کی ہم نشین ہوتی ہیں اور خواہشات نفس کی علامتوں کی بنیاد حرام کھانا ہے نیز فرائض سے غفلت سنتوں کی توہین کرنا اور لہو لعب میں مبتلا ہونا بھی خواہشات نفس کی علامت ہے۔

باب (۴۸)

حسد کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حاسد کا حسد دوسرے کو ضرر پہنچانے سے پہلے اپنے آپ کو ضرر پہنچاتا ہے جیسے کہ ابلیس جو اپنے حسد کی بنا پر لعنت کا مستحق قرار پایا اور حضرت آدم کو برگزیدگی ہدایت اور رفعت نصیب ہوئی اور عہدے کی حقیقت اور صفوت کی منزل تک پہنچے۔ خبردار تم کبھی حسد نہ کرنا بلکہ تم پر حسد کیا جائے اس میں شک نہیں کہ ہمیشہ حاسد کا میزانِ اعمال محسود کی نسبت ہلکا ہوتا ہے رزق تو تقسیم شدہ ہے تو پھر حاسد کو اس کا حسد کیا فائدہ پہنچائے گا اور کیونکر اس کے حسد سے محسود کو نقصان پہنچے گا۔ حسد کی بنیاد بصیرت سے عاری ہوتا ہے اور اللہ کے فضل کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ دونوں کفر کے پر ہیں۔ اور حسد کی وجہ سے آدم کا فرزند ابدی حسرت کا شکار ہوا اور ایسی ہلاکت میں پڑا جس سے نجات ممکن نہیں۔ اور حاسد کے لیے کوئی توبہ نہیں کیونکہ یہ اس کی فطرت میں داخل ہوتا ہے اور بغیر کسی عارضہ کے اسے لاحق ہوتا ہے اور اسے ضرر پہنچاتا ہے۔ اور اس کا کوئی سبب نہیں ہوتا چاہے علاج ہی کیوں نہ کیا جائے انسان کی فطرت تبدیل نہیں ہوسکتی۔

باب (۴۹)

طمع کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا میں نے سنا کعب الاحبار سے پوچھا گیا کہ دین کے لیے سب سے بڑا فساد اور سب سے بڑی صلاحیت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا سب سے بڑی صلاحیت پرہیزگاری ہے اور سب سے بڑا فساد لالچ ہے۔ سوال کرنے والے نے کہا اے کعب تم نے سچ کہا لالچ تو ابلیس کا جام ہے جسے وہ اپنے خاص آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے پلاتا ہے اور پھر جنہیں اس کا نشہ چڑھتا ہے وہ اللہ کے دردناک عذاب کے بغیر صحتیاب نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ اس کا پلانے والا بھی اس لپیٹ میں آجاتا ہے۔ لالچ میں اللہ کی ناراضگی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنے دین پر دنیا کو قربان کرتا ہے تو یہ عظیم ناراضگی کا موجب بنتا ہے۔ خداوند عالم کا فرمان ہے یہ وہی لوگ ہیں جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے اور مغفرت کے بدلے عذاب لے لیتے ہیں۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا تم جس پر چاہو مہربانی کرو تم اس کے حاکم بن جاؤ گے۔ تم جس سے بھی مدد چاہو اپنی احتیاج بیان کرو تم اس کے غلام بن جاؤ گے۔ لالچ کرنے والے سے ایمان اٹھا لیا جاتا ہے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتا کیونکہ ایمان بندے کو مخلوق سے طمع رکھنے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے ساتھی اللہ کے خزانے کرامات سے بھرے پڑے ہیں اور وہ نیک عمل کرنے والوں کے

اسبب کو ضائع نہیں کرتا۔ اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے وہ اسباب سے ملا ہوا ہے۔
اور ایمان بندے کو توکّل، قناعت، قلیل امید، مخلوق سے ناامیدی اور لزوم
اطاعت کی طرف پلٹاتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس میں ایمان کی صلاحیت پیدا
ہوتی ہے اگر ایسا نہ کرے تو ایمان اس سے الگ ہو جاتا ہے اور وہ بدبختی کا شکار ہو کر
رہ جاتا ہے۔

باب (۵۰)

فساد کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کسی کا ظاہری فساد اس کے باطن کے فساد پر دلالت کرتا ہے جس شخص کا باطن اصلاح یافتہ ہوتا ہے اس کا ظاہر بھی درست ہو جاتا ہے۔ جو شخص اپنے باطن میں خدا کے ساتھ خیانت کرتا ہے خدا ظاہر میں اس کا پردہ چاک کرتا ہے۔ اور سب سے بڑا فساد یہ ہے کہ ایک بندہ اللہ سے غفلت کرے اور یہ فساد امیدوں کی درازی حرص اور تکبر سے پیدا ہوتا ہے جیسے کہ خداوند عالم نے قارون کے قصے میں خبر دی ہے فرمایا تم زمین پر فساد مت چاہو بے شک اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا نیز ارشاد ہوا یہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم نے اپنے ان بندوں کے لیے بنایا ہے جو دنیا میں فساد نہیں پھیلاتے اور برتری نہیں جتاتے۔

معلوم ہوا کہ یہ صفات قارون جیسے لوگوں کی ہیں۔ اور اس کی بنیاد دنیا کی محبت پر ہوتی ہے۔ جو اسے جمع کرتا ہے اور خواہشات نفس کی پیروی کرے اور اپنی تعریف کو پسند کرتے ہوئے شیطان کی ہمنوائی کرتا ہے اور اس کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ ان تمام وجوہ کی بناء پر اللہ سے غفلت کرنے کو اور اس کے احسانات کو بھولنے کو دوست رکھتا ہے۔ اس لیے چاہیے کہ لوگوں سے دوری اختیار کرے دنیا اور اس کی راحتوں کو چھوڑ دے اپنی عادات کو ترک کرے خواہشات کی جڑوں کو کاٹ دے ہمیشہ اللہ کی یاد دل میں رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم

کرے۔ لوگوں کی جفاکاریوں اور دشمنوں کے طعنوں کو برداشت کرے اور
اقرباء کے ستم کو برداشت کرے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے لیے اللہ کی مہربانیوں
کا دروازہ کھلا ہے اور خداوند عالم رحمت و مغفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور تمہیں غافلوں
سے نکال کر تمہارے دل کو شیطان کی خوشنودی سے الگ کرتا ہے۔ اور گویا تم نے
اللہ کے اس دروازے کو پایا جس کے ذریعے تم کریم و سخی پروردگار کے حضور میں
داخلہ کی اجازت ملنے کی امید رکھ سکتے ہو۔

باب (۵۱)

سلامتی کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو یا جس حالت میں بھی ہو اپنے دل، دین اور تمام امور کی عاقبت کے لیے اللہ تعالیٰ سے سلامتی طلب کرو۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو طلب کرے اور نہ پائے۔ پس تم بلاؤں میں کیوں گر پڑتے ہو اور سلامتی کے مخالف راستوں پر نکل پڑتے ہو اور اس کے اصولوں کی مخالفت کرتے ہو بلکہ سلامتی کو تلف ہونا اور تلف ہونے کو سلامتی تصور کرتے ہو اور سلامتی تو ہر وقت خصوصاً اس زمانے میں لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اور لوگوں سے ہم نشینی کی صورت میں مخلوق کی جفاؤں، اذیتوں اور مصائب پر صبر کرنے، موت کو خفیف جاننے اور ان اشیا سے دوری اختیار کرنے میں ہے جو تم سے چھینی ہوئی ہیں۔ کم از کم موجود پر قناعت کر کے ہی سلامتی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے ہو تو گوشہ نشینی اختیار کرو۔ اور قدرت رکھتے ہو تو خاموشی اختیار کرو۔ اور اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہو تو ایسی بات کرو جو تمہیں فائدہ پہنچائے اور نقصان نہ پہنچائے اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں رکھتے ہو تو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف[1] ہجرت کرتے رہو اپنے نفس کو تلف ہونے سے باطنی صفائی، دلی خشوع اور

---

[1] نسائی اخبار میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ آدمی کا دین سلامت نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ غضبناک آنکھوں سے کسی دوسرے شہر کی طرف فرار اختیار کرے۔

صابر بدن کے ساتھ محفوظ رکھو۔

خداوند عالم نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ناتوان اور کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا خدا کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے (سورہ نساء آیت ۹۷) اور اللہ کے نیک بندے فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ اور تم قسم کے اعتراضات نہیں کرتے اور نہ مخالفتوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی تم سے کہے کہ میں تو تم کہدو ہاں تم اور تم خود کوئی دعویٰ نہ کرو۔ چاہے یہ بات تمہارے علم میں ہو اور اس کی حقیقی معرفت رکھتے رہو۔ اپنا راز صرف ان لوگوں سے کہو جو تم سے شرافت دینی میں بڑھ کر ہو تو تم شرافت پاؤگے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سلامتی پائی۔ اور بغیر کسی واسطے کے اللہ کے ساتھ باقی رہوگے۔

باب (۵۲)

عبادت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا فرائض اور سنتوں کی ادائیگی میں مداومت اختیار کرو کیونکہ یہ عبادت کی بنیادیں پس اگر کوئی شخص انہیں کما حقہ ادا کرے تو گویا اس نے تمام عبادات کو پا یا اور بہترین عبادت یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان مامون رہے آفات سے گلو خلاصی ملے۔ چاہے کم ہی کیوں نہ ہوں ان کی مداومت کرے۔

اگر تم نے فرائض اور مستحبات کو ادا کیا تو تم عابد ہو۔ ہر وقت تم اپنے اختیار کی بساط کو عاجزی اور احتیاج کے ساتھ پھیلاؤ اور اپنے حرکات وسکنات کو ریا سے بچاؤ اور اپنے باطن کو قساوت سے محفوظ رکھو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے پس تم اس سے حیا کرو کیونکہ وہ تمہارے باطن اور رازوں سے آگاہ ہے۔ جو تم گفتگو کرتے ہو یا جو کچھ ضمیر میں پوشیدہ ہے اسے جاننے والا ہے اور یہ یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے اور جب چاہے بلائے گا۔

ہمارے اسلاف فرائض کے اوقات میں ان کی ادائیگی پر مشغول ہوتے تھے یہانتک کہ دوسرے فریضے کا وقت داخل ہوتا تھا۔ یہانتک کہ وہ دونوں فریضوں کی ادائیگی کرتے مجھے اس زمانے میں تو ایسا نظر آتا ہے کہ لوگ فضائل کے حصول کے لیے فرائض کو ترک کرتے ہیں اس طرح بغیر درج کے بدن کا کیا ہوگا۔

حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو کسی فضیلت کے حصول کے لیے فریضے کو ترک کرتا ہے اور یہ اس امر کی اور اس کی عظمت کی معرفت سے محرومی کے سوا کچھ نہیں یہی اس کی مشیت کے دیدار کو ترک کرنا ہے جس کا انہیں اہل بنایا گیا اور انہیں اس کے لیے اختیار کیا گیا۔

باب (۵۳)

غور و فکر کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا دنیا جو گزر چکی ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ کیا دنیا کسی کے پاس باقی رہی ہے۔ کیا دنیا کا کوئی شریف یا پست، امیر یا غریب دوست یا دشمن باقی رہا؟ پس اس طرح جو گزر جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا جس طرح نیا پانی آتا ہے تو پرانا پانی آگے بڑھتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کے لیے وعظ کے لیے موت کافی ہے عقل کے ذریعے اس کی رہنمائی ہوتی ہے تقویٰ اس کا زادِ راہ ہے عبادت شغل ہے اللہ ہمدم اور قرآن بیان ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا دنیا سے بلا اور فتنہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا ہے اور صدق دل سے اللہ کی پناہ پکڑنے کے علاوہ کوئی نجات نہیں۔

حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا میں نے دنیا کو ایک ایسے گھر کی مانند پایا جس کے دو دروازے ہوں کہ ایک سے میں داخل ہوا اور دوسرے سے باہر نکلا یہ حالت ہے نوح نبی اللہ کی پس ان کا کیا حال ہوگا جو اس میں اطمینان اور اس میں سکونت کر کے اسے آباد کرنے میں عمر ضائع کرتے ہیں اور اس کی طلب میں تگ و دو کرتے ہیں۔ غور و فکر کرنا نیکیوں کا آئینہ ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور دل کا نور ہے اور مخلوق کے لیے کشادگی ہے اور اپنے معاد کی درستگی کا موقع مہیا کرتا ہے۔ انسان کی عاقبت سے آگاہ کرتا ہے علم میں اضافہ کرتا ہے یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مثل کی عبادت نہیں کرتا حضور اکرمؐ نے فرمایا ایک ساعت کا غور و فکر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اور غور و فکر کی منزلت اسی کو حاصل ہوتی ہوتی ہے جسے اللہ نے اپنے نورِ معرفت سے منور کیا ہو۔

باب (۵۴)

راحت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا مومن کے لیے حقیقت میں سوائے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے کہیں راحت نہیں۔ اور اس کے علاوہ چار چیزوں میں راحت ہے یعنی خاموشی میں اس حالت میں تم اپنے نفس اور دل کے حالات پر مطلع ہو سکتے ہو کہ تمہارے اور تمہارے خالق کے درمیان کیا ربط ہے۔ گوشہ نشینی میں اس کے ذریعے تم دنیا کی ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔ بھوک میں جو خواہشات اور وسوسوں کو مُردہ کرنے کا باعث ہے۔ راتوں کو جاگنے میں اس کے ذریعے تمہارے دل کو نور ملتا ہے فطرت پاکیزہ ہوتی ہے اور روح پاک ہوتی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کا بدن عافیت میں ہو راستے میں امن ہو اور اس کے پاس ایک دن کا زاد ہو تو گویا اُس کو دنیا اور اس کی رنگینیوں میں سے بہترین کا اختیار دیا گیا ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا کہ اولین و آخرین کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اے قناعت اور تونگری تیرے ساتھ ہے جو تجھ پر کامیابی حاصل کرے وہ کامیاب ہوا ابوذرؓ نے کہا جو اللہ نے میری قسمت میں لکھا ہے وہ مل کر رہے گا چاہے ہوا کے دوش پر کیوں نہ ہو۔ ابوذر نے فرمایا جو اللہ پر بھروسہ نہ کرے اس کا پردہ چاک ہوا چاہے وہ سخت گرمی میں محبوس کیوں نہ ہو۔ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ذلیل

ذلیل اور نقصان اٹھانے والا نہیں جو اپنے پروردگار کی ضمانت اور کفالت کے وعدے کی تصدیق نہ کرے جس کا اس کی خلقت سے پہلے انتظام کیا گیا ہے وہ باوجود اس کے اپنی قوت تدبیر کوشش اور سعی پر بھروسہ کرتا ہے اور اللہ کے حدود کی خلاف ورزی کرتا ہے جو اسے اللہ سے بے نیاز کریں گے۔ جن کی وجہ وہ بزعم خویش اللہ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

باب (۵۵)

حرص کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا تم کسی چیز کے بارے میں لالچ نہ کرو اگر تم اسے ترک بھی کرو گے تو وہ تم تک پہنچ جائے گی۔ اور اسے ترک کرنے کی بناء پر قابلِ تعریف بن جاؤ گے اور تمہارے نفس کو راحت ملے گی۔ اسے طلب کرنے میں عجلت کرتے ہوئے قابلِ مذمت مت بنو اللہ پر توکل اور قسمت پر راضی رہنے کو ترک مت کرو۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو سائے کی مانند خلق فرمایا ہے کہ اگر تم اس کو پکڑنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں مشقت میں ڈال دے گی اور تم اس تک ہرگز نہیں پہنچ پاؤ گے۔ لیکن اگر تم اسے ترک کر دو گے تو تمہارے پیچھے پیچھے آئے گی اور تم راحت پاؤ گے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا حریص ہمیشہ محروم ہوتا ہے اور محرومیت کے ساتھ ساتھ قابلِ مذمت بھی ہوتا ہے اور وہ کیونکر محروم نہ ہو اس نے تو اللہ پر اعتماد کرنے سے فرار اختیار کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے قول کی مخالفت کی تھی جیسا کہ ارشاد ہوا۔ "وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں مارے گا اور اس کے بعد تمہیں زندہ کرے گا۔"

اور حریص سات آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے   مشقت، بدن کے ضرر کی فکر،

اس کا کوئی وہم اسے فائدہ نہیں دے گا، اس کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ ایسی مشقت
کا سامنا ہوگا کہ موت کے بغیر اس سے چھٹکارا نہیں ملے گا۔

اور اس راحت کے وقت سخت اذیت پہنچے گی۔ جس چیز کا خوف کرے گا اسی میں
کرے گا غم سے اس کی زندگی مکدر ہوگی مگر اسے کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ اور
حساب سے گلوخلاصی نہیں ہوگی۔ اور عذاب الہی سے محفوظ نہیں رہے گا مگر یہ کہ
اللہ اسے معاف کرے اور ایسے عذاب کا سامنا ہوگا جس سے فرار ممکن نہیں اور
نہ کوئی حیلہ بہانہ کام آسکے گا۔ اور اللہ پر توکل کرنے والا اللہ کی حفاظت میں
صبح وشام کرتا ہے اور اللہ اس کی جلد ہی کفایت کرتا ہے اور وہ اس کی
عافیت میں زندگی گزارتا ہے اور اس کے لیے درجات مقرر فرماتا ہے اور حرص
انسان کو اللہ کے غضب کا مستحق بناتی ہے۔ بندہ یقین سے اس وقت تک محروم
نہیں ہوتا جب تک وہ حرص سے دور نہیں ہوتا۔ اور یقین کی زمین اسلام
اور اس کا آسمان ایمان ہے۔

باب (۵۶)

بیان کے بارے میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا صاحبان معرفت کی باتیں تین بنیادی چیزوں کے گرد گھومتی ہیں۔ خوف، امید اور محبت۔ خوف علم کی شاخ ہے امید یقین کی شاخ ہے اور محبت معرفت کی شاخ ہے خوف دور بھاگنے پر دلالت کرتا ہے۔ امید طلب پر اُبھارتی ہے اور محبت ایثار کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ جب سچائی علم میں متحقق ہو تو خوف پیدا ہوتا ہے اور خوف حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو انسان بچتا اور جب دور بچتا ہے تو نجات حاصل کرتا ہے۔ جب دل میں یقین کا نور پیدا ہوتا ہے تو فضیلت کا مشاہدہ کرتا ہے جب فضیلت کے مشاہدہ کی استطاعت حاصل کرتا ہے تو اُمید کرتا ہے امید پر ایمان کی حلاوت پاتا ہے تو طلب کرتا ہے اور جب طلب کی توفیق حاصل ہوتی ہے تو پاتا ہے۔

جب کسی کے دل میں نور معرفت کی تجلی ہوتی ہے تو اس کے دل میں محبت کی آگ بھڑکتی ہے جب محبت کی آگ دل میں بھڑکتی ہے تو محبوب کے زیر سایہ انس پاتا ہے اور محبوب کے غیر کا کوئی اثر اس پر نہیں ہوتا اس لیے اس کے احکام کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے نہی سے پرہیز کرتا ہے۔ اور دوسرے تمام امور پر ان دونوں کو ترجیح دیتا ہے۔ جب محبوب کے ساتھ انس پاکر اس کے امر پر عمل اور نواہی سے پرہیز کرتا ہے تو روح مناجات اور تقرب کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور ان تین

اصولوں کی مثالیں حرم، مسجد اور کعبہ جیسی ہیں۔ پس جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ مخلوق سے امن پاتا ہے، اور جو شخص مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کے اعضاء معصیت کرنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور جو شخص کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کا دل اللہ کے غیر کی یاد سے محفوظ رہتا ہے۔

پس اے مومن تو غور و فکر کر کہ اگر تیری حالت ایسی ہو کہ اس میں موت آئے اور تو راضی رہے تو اللہ کی توفیق اور عصمت پر اس کا شکر بجالا۔ اگر حالت ایسی نہیں ہے تو اپنے آپ کو بدل دے اور گزشتہ غفلت کی عمر پر ندامت کر اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے اپنے ظاہر کو گناہوں سے اور باطن کو عیوب سے پاک کر اور اپنے دل سے غفلت کو نکال باہر کر اور اپنے نفس کی خواہشات کی آگ کو بجھا دے۔

باب (۵۷)

احکام کے بیان میں

دلوں کی چار اقسام بیان کی گئی ہے۔ رفعت والے دل، کشادگی والے دل، پستی اور جھکاؤ والے دل، اور ٹھہرے ہوئے دل۔

دل کی رفعت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ دل کی کشادگی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے، دلوں کی پستی یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی مشغولیت کو اختیار کرے۔ اور دلوں کا ٹھہراؤ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے غافل رہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ایک بندہ خلوص دل کے ساتھ اپنے عظیم پروردگار کا ذکر کرتا ہے تو اس سے قبل ہی اس کے اور اللہ کے درمیان تمام پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور جب بندے اللہ کے فیصلوں کو رضامندی کے ساتھ قبول کرتے ہیں تو کس خوشی اور راحت کے ساتھ ان کے دل کھل جاتے ہیں اور جب بندے کا دل اللہ کے سوا کسی اور دنیاوی چیز سے مشغول ہوتا ہے تو اس کے بعد اس کا دل اندھیرے اور پستی میں نظر آتا ہے جیسے کہ ایک ویران گھر ہو اور اس میں کوئی روح موجود نہ ہو اور نہ کوئی ہمدم و مونس ہو۔

جب انسان اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس کے دل پر پردہ پڑتا ہے قساوت آجاتی ہے اور دل تاریک ہوتا ہے۔

دل کی رفعت کی تین نشانیاں ہیں توفیق کے اسباب مہیا ہوتے ہیں،

دائمی شوق حاصل ہوتا ہے اور مخالفت نہیں ہوتی۔

دل کی کشادگی کی نشانیاں تین ہیں۔

توکل، سچائی اور یقین۔

دل کی پستی کی بھی تین نشانیاں ہیں۔

خود پسندی، ریا اور حرص۔

دل کے ٹھہراؤ کی بھی تین نشانیاں ہیں۔

اطاعت کی حلاوت زائل ہو جائے۔ معصیت کی تلخی کا احساس نہ رہے۔ اور حلال حرام کے علم میں اشتباہ کرے۔

باب (۵۸)

مسواک کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا مسواک منہ کو پاک کرنے والی ہے۔ پروردگار کی خوشنودی کا باعث ہے اور اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ اس کے بہت سے ظاہری اور باطنی فوائد ہیں جن کا شمار ممکن نہیں ہے صاحبانِ عقل کو معلوم ہو کہ جس طرح تم مسواک کے ذریعے کھانے وغیرہ کے ذرات کو جو دانتوں سے لگے ہیں الگ کرتے ہو اسی طرح چاہیے کہ تضرع وزاری، خشوع وخضوع تہجد اور سحر کے وقت استغفار کے ذریعے اپنے ظاہری نجاسات اور باطنی کدورتوں کو دُور کریں۔ اور خالص لوجہ اللہ تمام مناہی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ کیونکہ حضور اکرمؐ نے اسے بیدار مغز اور آگاہی چاہنے والوں کے لیے ایک مثال کے طور پر استعمال کیا ہے وہ یہ کہ مسواک لطیف اور پاکیزہ نباتات میں سے ایک ہے اور ایک بابرکت درخت کی ٹہنی ہے۔ اور دانت ایک مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کے منہ میں بنایا ہے کھانے کا ایک آلہ اور چبانے کا ایک اوزار ہے۔ ساتھ یہ معدہ کی اصلاح اور بھوک بڑھانے میں بھی خاص کردار ادا کرتے ہیں۔ دانت ایک صاف جوہر ہیں اور طعام کے چبانے کے وقت غذا سے آلودہ ہو کر میلے ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے منہ کی بو متغیر ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دماغ میں فساد ہو سکتا ہے اور جب ایک مومن مسواک کرتے ہوئے اس ٹہنی کو شفاف جوہر سے مس کرتا ہے تو اس میں جو فساد

اور تغیر پیدا ہوا تھا وہ ختم ہو کر اپنی اصلی عادت کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اسی طرح
خداوند عالم نے انسان کے دل کو پاک وصاف اور طاہر بنایا ذکر، فکر، ہیبت اور عظمت
کو اس کی غذا قرار دی۔ جب دل غفلت کے غذا کی وجہ سے مکدر ہوتا ہے تو
توبہ کے ذریعے اسے صیقل کیا جائے۔ اور ندامت کے پانی سے اسے پاک کیا جائے تاکہ وہ اپنے
اصلی جوہر کی حالت کی طرف واپس آئے۔ خداوند عالم کا فرمان ہے بے شک خداوند عالم
توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تم پر مسواک لازم ہے۔ حضور اکرمؐ نے اگرچہ دانتوں کے
ظاہر پر مسواک کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی اسے معنوی حیثیت سے مثال قرار دیا
ہے۔ جو شخص غور و فکر کر کے عبرت حاصل کرنے کی قوت رکھتا ہے وہ اس کے اصول و
فروع کے معنی تک رسائی کرتا ہے خدا ان کے حکمت میں اضافہ کرے اور اپنا فضل کرے
بے شک خدا نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

باب (۵۹)

رفع حاجت کے بیان میں

رفع حاجت کرنے کی جگہ کو عربی میں مستراح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہیں پر انسان نجاست کے بوجھ سے فارغ ہو کر اپنے جسم و جان کو راحت پہنچاتا ہے۔ اور مومن اسی سے عبرت حاصل کرتا ہے کہ اسے دُنیا کے طعام اور دوسرے ساز و سامان سے چھٹکارا پانا چاہیئے۔ اس طرح سے جب وہ ان سے منہ موڑتا ہے اور ترک کرتا ہے تو اپنی عاقبت میں راحت پاتا ہے۔ اور اس کا نفس اور دل ان سے فارغ ہو کر دنیا کو حاصل کرنے اور رجوع کرنے سے باز رہتا ہے۔ اور اس نجاست و گندگی سے عار کرتا ہے۔ اور اپنے معزز نفس میں غور و فکر کرتا ہے کہ دنیاوی لذت کس پستی کی طرف لوٹتی ہیں اور وہ جان لیتا ہے کہ دنیا میں قناعت اور تقویٰ اختیار کرنا دونوں جہانوں کی راحت کا باعث ہے اور دنیا کی پستی سے فراغت حاصل کر کے اسے راحت ملتی ہے۔ اور حرام اور اس کے متشابہات کی نجاسات کو ذائل کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو تکبر سے آزاد کرتا ہے۔ اور گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ تواضع، حیا اور ندامت کی راہ اختیار کرتا ہے۔ واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے پرہیز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیکی اور پاکیزگی کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کو خوف کے زندان میں مقید کرتا ہے خواہشات نفسانی سے صبر کرتے ہوئے رکتا ہے۔ یہانتک کہ دار قرار میں اسے اللہ کی امان حاصل ہوتی ہے اور اس کی رضا کا حقدار قرار پاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے ہاں اہمیت نہیں رکھتی۔

باب (۶۰)

طہارت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب تم طہارت اور وضو کا ارادہ کرتے اور پانی کے سامنے جاتے ہو تو گویا اللہ کی رحمت کے طرف بڑھتے ہو۔ بیشک خداوند عالم نے پانی کو اپنے تقرب اور مناجات کی کلید قرار دی ہے۔ اور اسے اپنے حضور شرفیابی کی دلیل قرار دیا ہے۔ اور جس طرح اللہ کی رحمت بندوں کو گناہوں سے پاک کرتی ہے اسی طرح ظاہری نجاسات کو پانی پاک کرتا ہے اور کوئی چیز پاک نہیں کر سکتی۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

"وہی ذات ہے جس نے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجا اور اپنے سامنے رحمت قرار دیا اور پانی کو آسمان سے اُتارا اور پاکیزہ کرنے والا بنایا نیز ارشاد فرمایا اور ہم نے زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ پس جس طرح دنیاوی نعمتوں کو پانی کے ذریعے زندگی بخشی ہے۔ اسی طرح اپنے فضل و رحمت سے لے دل کی زندگی قرار دیا ہے اور پانی کی شفاف حالت پر غور و فکر کی دعوت دی اس کی پاکیزگی، باریکی اور لطف و برکت پر غور کرنے کا حکم دیا ہے اور خدا نے جن اعضا کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے ان کی طہارت میں پانی ہی استعمال ہوتا ہے اور واجب، مستحب عبادات کی ادائیگی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے تحت بے پناہ فوائد پوشیدہ ہیں۔

جب ایک شخص احترام کے ساتھ اسے استعمال کرتا ہے اس پر اس کے فوائد کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ ساتھ ہی خداوند عالم نے مخلوق کی مثال پانی کے امتزاج سے دی کہ پانی دوسری تمام چیزوں سے مل کر بھی اپنی حیثیت نہیں کھوتا بلکہ برقرار رکھتا ہے۔ اور ہر چیز کو اس کا حق ادا بھی کرتا ہے۔ جیسے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ مومن مخلص کی مثال پانی جیسی ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اپنی دلی پاکیزگی کا مظاہرہ کرو۔ اور ایسی خالص اطاعت کرو جیسے پانی آسمان سے اترتے وقت خالص اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ جو پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔ تم اپنے اعضا و جوارح کو جب پانی سے پاک کرتے ہو تو اس وقت اپنے دل کو بھی یقین اور تقویٰ کے ذریعے پاک کرو۔

باب (۶۱)

مسجد میں داخل ہونے کا بیان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب تم مسجد کے دروازے پر پہنچو تو تم یہ یقین کر لو کہ ایک عظیم بادشاہ کے دروازے کے سامنے ہو۔ جہاں سوائے پاکیزہ لوگوں کے اور کسی کو پَر مارنے کی مجال نہیں۔ اور صد یقین کے علاوہ اور کوئی اس کے ساتھ ہم نشینی نہیں کر سکتا۔ اس عظیم پروردگار کے حضور جاتے ہوئے تم اس کی ہیبت کو مدِنظر رکھو اور پھونک پھونک کر قدم رکھو اور یقین رکھو کہ اگر تم نے ذراسی غفلت کی تو بڑے خطرے میں پڑ سکتے ہو۔ اور یقین رکھو وہ جو چاہے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ چاہے تو تمہارے ساتھ عدل کرے یا مہربانی کرے۔

اگر تم پر مہربانی اور رحمت کرے گا تو تمہاری قلیل عبادت کو بھی قبول کرے گا اور تمہیں اس کا زیادہ سے زیادہ ثواب عطا کرے گا۔ لیکن اگر استحقاق کی بنا پر تم سے صدق اور خلوص طلب کرے گا تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ اس وقت تم سے حجاب اختیار کر کے تمہاری اطاعتیں چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں رد کرے گا۔ وہ جو چاہے کرنے والا ہے۔ پس تم اس کے سامنے اپنے عجز، احتیاج، انکساری کا اعتراف کرو۔ کیونکہ تمہیں اس کی عبادت اور اُنس حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ مخلوقات کے راز اس سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح ان کے ظواہر سے بھی آگاہ ہے۔ پس تم اس کے سامنے محتاج ترین بندے بن جاؤ اور اپنے دل کو ان تمام

مشاغل سے خالی کرو جو تمہارے پروردگار سے حجاب کا باعث بنتے ہیں۔ کیونکہ وہ پاکیزگی اور خلوص کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرتا۔ تم دیکھو کہ کس رجسٹر سے تمہارا نام خارج کیا جاتا ہے۔ اگر تم اس کے مناجات کی مٹھاس چکھو گے اس کے محبت بھرے کلام سے آشنا ہو جاؤ گے، اور اس کی رحمت و کرامت کا جام پی لوگے تو گویا حسنِ قبولیت کی راہ پائی۔ اور اس کے حضور شرفیابی کی صلاحیت پائی۔ اب داخل ہو جاؤ تمہیں اجازت بھی ہے اور امان بھی ہے۔ اور اگر یہ صلاحیت حاصل نہیں کر سکے تو اس شخص کی مانند ٹھہر جاؤ جس کے وسائل ختم ہو چکے ہیں۔ امید نہیں رہی ہو، اور اس کا آخری وقت آن پہنچا ہو۔

یقیناً اگر اللہ تعالیٰ کو تیرے دل کی سچائی کا یقین حاصل ہو جائے گا اور تیرے التجا کی صداقت کو پائے گا اور تجھے رحمت و رافت کی نظر سے دیکھے گا اور اپنے لطف کی بنا پر تجھے اس کی توفیق دے گا جو تجھے پسند ہے کیونکہ وہ کریم ہے اور کرم اور مہربانی کو دوست رکھتا ہے اور پریشان حالوں کی عبادت کو قبول کرتا ہے جو اس کی رضا کی طلب میں کوشاں رہتے ہیں اور ارشاد فرمایا: "ہے کوئی جواب دینے والا جو پریشان حالوں کے پکارنے والوں کو جواب دے اور ان سے برائی کو دور کرے۔"

باب (۶۲)

دُعَا کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا دُعا کے آداب کا خیال رکھو اور یہ دیکھو کہ تم کس سے دعا مانگتے ہو اور کس طرح دُعا مانگتے ہو۔ اور کس چیز کی دُعا مانگتے ہو اور کس طرح دُعا مانگتے ہو۔ اس کی عظمت و کبریائی کو مدِ نظر رکھو اور اپنے دل سے اس کے یقین کا مشاہدہ کرو۔ اور یہ یاد رکھو کہ وہ تمھارے رازوں اور ضمیر کی باتوں پر اطلاع رکھتا ہے اور حق و باطل کے بارے میں جو کچھ ہوا ہے اور ہوگا اسے بھی جانتا ہے۔ اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوں کو پہچانو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اللہ سے کوئی ایسی چیز مانگ بیٹھو جو تمہیں ہلاکت میں ڈال دے۔ اور تم اسے اپنے نجات کا باعث گمان کرنے لگو۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ انسان تو اپنے لیے بھلائی مانگنے کے لیے بُرائی کی دعا مانگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے تم غور و فکر کرو کہ تم اللہ سے کس چیز کا سوال کرتے ہو اور کیونکر سوال کرتے ہو۔ کیونکہ دعا اسی وقت مستجاب ہوتی ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر قسم کے اختیار سے الگ کر کے اس کے فرامین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے مشاہدہ رب میں جذب کرے اور اپنا ظاہر و باطن اللہ کے لیے خالص کرے۔ اگر دعا کی شرائط پوری نہیں کروگے تو پھر اس کی قبولیت کا انتظار مت کرو۔ کیونکہ وہ ہر مخفی اور آشکار کو جاننے والا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کوئی ایسی دُعا مانگو جو تمہارے باطن کے خلاف ہو۔ کچھ صحابہ

کرام نے بعض سے کہا کہ تم تو بارش کا انتظار کرتے ہو اور ہم پتھروں کا انتظار کرتے ہیں،
جان لو کہ اللہ نے ہمیں دعا کا حکم نہیں دیا ہے مگر یہ کہ ہم اپنے آپ کو خالص کریں۔
اور خلوص کے ساتھ دعا کریں تو وہ ہم پر قبولیت کے ساتھ مہربانی کرے گا۔ پس یوں ہی
ہے کہ اس نے تو دعا کی قبولیت کی ضمانت شرائط پوری کرنے والے کے لیے ہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسم اعظم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا
اللہ کا ہر اسم "اسم اعظم" ہے پس تم اپنے دل کو اللہ کے غیر سے خالص کرو۔ اس کے بعد اسے
جس اسم کے ساتھ چاہو پکارو۔ کیونکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کہ ایک نام تو اللہ
اور دوسرا نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ تو واحد و قہار ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کسی
سستی و غفلت کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی چاہے کہ میں
اللہ تعالیٰ سے ایسا سوال کروں کہ اس کو رد نہیں کیا جائے بلکہ عطا کیا جائے تو تمہیں
چاہیئے کہ تمام لوگوں سے مایوسی اختیار کرو اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے علاوہ
کسی کی امید نہ رکھو۔ اور جب خداوند عالم تمہارے دل کی اس حالت کو جان لے گا تو تم
جو چاہو گے وہ عطا کرے گا۔ جب تم اپنے دل کو خالص کرکے اپنے صاف باطن کے ساتھ
خدا سے مناجات کرتے ہوئے دعا مانگتے ہو تو میں تین چیزوں میں سے ایک کی
بشارت دیتا ہوں کہ یا تو تمہارا سوال فوری طور پر پورا کیا جائے گا یا اسے قبول کرکے
تمہارے ذخیرے میں جمع کیا جائے گا جو پہلے کی نسبت تمہارے حق میں بہتر ہے یا
تمہاری اس دعا کی وجہ سے تم سے کوئی مصیبت ٹال دی جائے گی کہ اگر وہ مصیبت
تم پر پڑتی تو تم ہلاک ہو جاتے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے
کہ جس شخص کو میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھے اسے میں سوال
کرنے والوں سے زیادہ عطا کروں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں جب کبھی دعا کرتا ہوں تو وہ قبول کی جاتی ہے اور میں اپنی حاجت بھول جاتا ہوں۔ کیونکہ دعا کا قبول ہونا ہی بندے کے لیے عظیم تر ہے بندے کی خواہش ہے کہ چاہے جنات اور ابدی نعمتیں ہی کیوں نہ ہوں اور اس کا ادراک عارفوں، عاقلوں اور اللہ کے برگزیدہ خواص بندوں کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔

باب (۶۳)

روزے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ کا فرمان ہے کہ روزہ دنیا کے آفات کی ڈھال ہے اور آخرت کے عذاب کے لیے حجاب ہے۔ جب تم روزہ رکھو تو نفس کو خواہشات سے روکنے کی نیت کرو اور شیاطین کے نقش قدم پر چلنے کے ارادے کو ترک کرو۔ اور اپنے نفس کو اللہ کے فیصلوں پر راضی رکھو۔ اور کھانے پینے کی خواہش نہ کرو۔ اور ہر لحظہ اپنے گناہوں کی بیماریوں سے شفایابی کی توقع رکھو اور اپنے باطن کو ہر قسم کے جھوٹ اور فریب سے پاک رکھو۔ اور غفلت اور ظلمت سے جو تمہارے اخلاص میں خلل کا باعث بن سکتے ہیں دور رہو۔ بعض لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ آپ کمزور ہیں اور روزہ کمزور کرتا ہے فرمایا۔ میں ایک طویل دن کے لیے اسے بشارت سمجھتا ہوں اور اللہ کی اطاعت میں صبر اختیار کرنا میرے لیے آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ اللہ کے عذاب پر صبر کیا جائے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں اور روزہ سے مراد یہ ہے کہ انسان نفسانی خواہشات کی طمع کو مارے اس کے ذریعے دل کی پاکیزگی اور اعضاء بدن کی طہارت ہوتی ہے ظاہر و باطن آباد ہو جاتا ہے۔ نعمتوں کا شکر کرنے اور ضرورت مندوں پر احسان کرنے کا موقع ملتا ہے۔ انسان کا خشوع و خضوع بڑھتا ہے اور اللہ کے حضور گریہ کرنے

ہوئے التجا کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ گناہوں میں کمی اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس کے اتنے سارے فائدے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور صاحبان عقل اور ارباب بصیرت کے لیے جتنا ذکر کیا گیا ہے وہی کافی ہے۔ خداوند عالم انہیں استعمال کی توفیق دے۔

باب (۶۴)

زہد کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ زہد آخرت کے دروازے کی کلید اور جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے زہد سے مراد یہ ہے کہ ہر اس چیز کو ترک کرنا جو تمہیں خدا کے ذکر سے دور کرے۔ اور اس کے فوت ہونے پر کوئی افسوس بھی نہ ہو، اور نہ اس کے ترک کرنے پر فخر کرے اور کسی کشائش کا انتظار بھی نہ ہو۔ نہ اس کے ذریعے اپنی تعریف چاہے یا اور کوئی غرض پوشیدہ نہ ہو۔ بلکہ اس کے فوت ہونے کو راحت اور اس کے حاصل ہونے کو آفت سمجھے اور ہر وقت راحت کی پناہ لیتے ہوئے آفتوں سے دور بھاگے۔ زاہد وہی ہے جو آخرت کو اختیار کرے، طاقت کو چھوڑ کر کمزوری اختیار کرے، راحت کو چھوڑ کر جد وجہد اختیار کرے پیٹ بھرنے کے بجائے بھوک کو پسند کرے۔ موجودہ محنت کو آئندہ کی راحت قرار دے ذکر کو غفلت پر ترجیح دے اس کی جان تو دنیا میں ہوتی ہے مگر اس کا دل آخرت میں ہوتا ہے

حضور اکرمؐ نے فرمایا دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہوتی ہے۔ نیز ارشاد فرمایا دنیا ایک مُردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے کس طرح محبت کرتے ہیں اور اس جرم سے بڑھ کر اور کون سا جرم ہو سکتا ہے۔ بعض اہلبیت علیہم السلام نے فرمایا

اگر پوری دنیا ایک لقمہ بن کر کسی طفل کے منہ میں ہو تو بھی ہم اس پر رحم کریں گے
کیا حال ہے اس شخص کا جو اللہ کے حدود کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے اسے طلب
کرتا ہے اور اس پر حرص کرتا ہے۔؟ اور دنیا ایک گھر اگر اس کے رہنے والے
اس وقت اچھے ہیں جب تم پر رحم کریں تمہاری بات کا جواب دیں تم ان سے اچھی طرح وداع ہو
حضور اکرم ؐ نے فرمایا جب خداوندِ عالم نے دنیا کو خلق فرمایا اسے اطاعت
کا حکم دیا اس نے اطاعت کی تو کہا جو تجھے طلب کرے اس سے منہ موڑ اور جو
اس سے منہ موڑے اس کی پاس چلی جا۔ اور یہ ذمہ داری اس کی فطرت میں
ڈال دی گئی ہے۔

باب (۶۵)

دُنیا کی صفت کے بیان میں

دُنیا کی اگر کوئی شکل فرض کی جائے تو تکبّر اس کا سر ہے حرص اس کی آنکھیں ہیں اور طمع اس کے کان ہیں، ریا اس کی زبان ہے شہوات اس کے ہاتھ ہیں۔ خود پسندی اس کے پاؤں ہیں غفلت اس کا دل ہے اس کا وجود فنا اور نتیجہ زوال ہے۔ پس جو اسے دوست رکھتا ہے وہ تکبّر کی وراثت پاتا ہے جو اسے پسند کرتا ہے حرص کی میراث پاتا ہے اور جو اسے طلب کرتا ہے طمع کا وارث بنتا ہے۔ جو اس کی تعریف کرتا ہے وہ ریا کا لبادہ اوڑھتا ہے۔ جو اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ غفلت کا شکار رہتا ہے اور جو اس کے اموال میں خود پسندی کرتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے پاس باقی نہیں رہتی جو دنیا جمع کرتا ہے اور بخل کرتا ہے تو وہ اسے جہنّم میں دھکیل دیتی ہے جو اس کا ٹھکانہ ہے۔

باب (۶۶)

تکلّف کرنیوالا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ تکلف کرنے والا چاہے درست کام ہی کرے لیکن حق سے روگردانی کرنے والا ہے اور اطاعت گزار چاہے غلطی ہی کیوں نہ کرے حق تک پہنچتا ہے۔ تکلف کرنے والا امور کے انجام پر ہرگز نظر رکھتا ہے اور اپنے موجودہ وقت میں وہ مصیبت، تکلیف اور بدبختی کا شکار ہوتا ہے۔ تکلف کرنے والے کا ظاہر ریا اور باطن نفاق ہوتا ہے۔ یہ دونوں اس کے پر ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ پرواز کرتا ہے۔ منجملہ یہ کہ تکلف کرنا صالحین کے اخلاق اور مومنوں کے شعار میں نہیں۔ چاہے تکلف کرنے والا کسی بھی دروازے پر کیوں نہ ہو۔ خداوند عالم نے اپنے نبی سے فرمایا کہ دو میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف برتنے والوں میں سے ہوں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا ہم انبیاءؑ، امانت داروں اور صاحبانِ تقویٰ کا گروہ تکلف سے بری ہوتے ہیں۔ تم خدا سے تقویٰ اختیار کرو اور اپنے نفس کو تکلف سے بچاتے ہوئے استقامت اختیار کرو تاکہ تمہاری فطرت ایمان پر قائم رہے۔ اور کسی مشتبہ امر میں مشغول نہ ہونا جس کے آخر میں آزمائش ہو اور ایسے طعام میں مشغول نہ رہنا جسکا انجام بیت الخلاء ہے۔ ایسے گھر میں مشغول نہ رہو جو آخر میں ویران ہو جائے ایسے مال میں مشغول نہ رہو جو آخر میں میراث بن جائے۔ اور ایسے بھائیوں میں مشغول نہ رہو

آخر میں جن سے جدائی ہو جائے اور ایسے اقتدار سے دور رہو جس کے آخر میں ذلّت ہو۔ ایسی وفا سے بچو جو آخر میں جفا پر اُترے اور ایسی زندگی میں مشغول نہ رہو جس کے آخر میں حسرت و ندامت کا سامنا ہو۔

باب (۶۷)

دھوکہ کھانے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا مغرور دنیا میں مسکین ہوتا ہے اور آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ اعلیٰ دے کر ادنیٰ لیتا ہے۔ تمہیں اپنے آپ پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات تم اپنے مال صحت اور جسم کی وجہ سے غرور کرنے لگو کہ یہ شاید تمہیں بقا دیدے اور بعض اوقات تم اپنی طویل عمر، اولاد اور دوستوں کی وجہ سے غرور کرنے لگو کہ یہ تمہیں نجات دیدیں۔ اور بعض اوقات ہوسکتا ہے کہ تم اپنے جمال، مقصد تک رسائی اور خواہشات کی وجہ سے غرور میں مبتلا ہو جاؤ گے اور گمان کرنے لگو گے کہ تم سچے ہو اور کامیابی تک رسائی حاصل کرو گے۔

بعض اوقات ہوسکتا ہے کہ تم اس سے فریب کھانے لگو کہ لوگ تمہیں عبادت کی کوتاہی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف تمہارے دل سے واقف ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات تم بناوٹ اور تکلف کرتے ہوئے عبادت کے لیے قیام کرو جبکہ اللہ خلوص چاہتا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ تم کبھی اللہ کو پکارنے کے گمان سے کسی دوسرے کو پکارنے لگو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگو۔ بعض اوقات اپنے نفس کی مذمت کرنے لگو اور حقیقت میں تم اپنی تعریف کرتے ہو۔

جان لو کہ تم غرور کے اندھیروں سے اللہ کے حضور دل سے توبہ و انابت کے بغیر

نہیں نکل سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے عیوب اور باطنی احوال سے مطلع ہے۔ کہ یہ حالت، دین، عقل، علم، شریعت اور ائمہ ہدا کے طور طریقوں کے موافق نہیں اگر تم اپنی اس حالت پر راضی رہو۔ ایسی صورت میں علم اور عمل کے اعتبار سے تم سے بڑھ کر کوئی بدبخت نہیں۔ اس طرح تم نے اپنی عمر ضائع کی اور قیامت کے دن حسرت وندامت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

باب (۶۸)

منافق کی صفات کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا منافق اللہ کی رحمت سے دوری پر راضی رہتا ہے کیونکہ وہ عبادات کو ظاہری طور پر شریعت سے شباہت کی خاطر بجالاتا ہے۔ اور حقیقت میں عبادت کے حق کے ساتھ لہو ولعب اور بغاوت کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اس کا مذاق اُڑاتا ہے۔ اور نفاق کی علامت یہ ہے منافق جھوٹ، خیانت ترش روئی بغیر حق کے دعوی، آنکھ کی خیانت، قلت حیا، غلطی اور اپنی سفاہت اور گناہوں کو حقیر سمجھنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اسی طرح دینداروں کے حقوق کے ضائع کرتا ہے۔ دینی تکالیف کو سبک سمجھتا ہے تکبّر کرتا ہے تعریف کو پسند کرتا ہے پسندیدہ کی تعریف کرنے لگتا ہے۔ حسد کرتا ہے اور دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہے، بدی کو نیکی پر ترجیح دیتا ہے چغلی پر ابھارتا ہے لہو ولعب کو پسند کرتا ہے فاسقوں کی تعریف کرتا ہے باغیوں کی مدد کرتا ہے نیکی سے روگردانی کرتا ہے اور اہل خیر میں نقص نکالتا ہے جو بھی برائی یا قباحت کا ارتکاب کرتا ہے اسے قابل تعریف سمجھتا ہے اور اس طرح اگر دوسرے اچھائی بھی کریں تو قبیح گردانتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

خداوند عالم نے بہت سی جگہوں پر منافقین کی صفات بیان کی ہیں جیسا کہ ارشاد

ہوا۔ لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں (اس کی تفسیر یوں بیان کی) اگر اس کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جاتے ہیں اس نے دنیا میں بھی نقصان اُٹھایا اور آخرت میں بھی آشکارا نقصان اٹھانے والے یہی ہیں (سورہ حج آیت ۱۱)

خداوند عالم نے ان کی صفت یوں بیان کی ہے کہ لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور آخرت کے دن پر مگر یہ ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ اس کے رسول اور صاحبان ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں مگر ان کا دھوکہ و فریب صرف ان کی جانوں کے لیے ہے مگر یہ اس کا شعور نہیں رکھتے ان کے دل میں بیماری ہے خدا ان کی بیماری میں اضافہ کرتا ہے (سورہ بقرہ آیت ۸ و ۹)

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ منافق جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے کام کرتا ہے تو برائی کرتا ہے جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔ جب رزق دیا ہے تو عقل کھوتا ہے اور جب رزق روک لیا جاتا ہے تو بھی زندگی گزارتا ہے۔ نیز فرمایا جس کا باطن اس کے ظاہر کی مخالفت کرے وہ منافق ہے چاہے وہ جہاں بھی ہو۔ جیسے بھی ہو۔ جس زمانے میں بھی ہو اور جس مرتبہ پر بھی فائز ہو۔ (ہر حالت میں منافق ہے)

باب (۶۹)

حُسنِ معاشرت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا اللہ کے فضل و احسان میں اضافے کا باعث ہے۔ لیکن یہ اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔ اور جو شخص اپنے باطن میں اللہ کے حضور خشوع و خضوع کرنے والا ہو وہ اپنے ظاہر میں حُسنِ معاشرت اختیار کرتا ہے۔ پس تم اللہ کی خاطر اس کی مخلوق کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرو۔ اور اپنا دنیاوی حصّہ لینے کی خاطر اختیار مت کرو۔ اور نہ تو حب جاہ، ریاکاری، اور شہرت کی خاطر کرو۔ ان کے سبب حدود شریعت کو پائمال مت کرو۔ کہ ان کے ساتھ مماثلت کرتے ہوئے شہرت حاصل کرو۔ کیونکہ یہ لوگ کسی بھی چیز کے بارے میں بے نیاز نہیں کر سکتے بلکہ بغیر کسی فائدے کے تمہاری آخرت ضائع ہو جائے گی۔

باب (۷۰)

لین دین کے بیان میں

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کو دینے سے زیادہ لینا پسند ہے وہ فریب خوردہ ہے کیونکہ وہ اپنی غفلت کی بنا پر موجودہ کو آئندہ حاصل ہونے والے سے بہتر سمجھتا ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ حق کے مطابق لیا کرے اور جب وہ دینے لگے تو حق کی خاطر، حق کے ساتھ اور حق کے لیے دیدے کتنے سارے لینے والوں کو ان کا قرضہ دے رہا ہوتا ہے۔ مگر اس کا شعور نہیں رکھتے۔ اور بہت سارے دینے والے اللہ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔ لینے اور دینے میں کوئی فرق نہیں مگر یہ کہ نجات پانے والا وہی ہے جو لیتے اور دیتے وقت اللہ سے تقویٰ اختیار کرے اور کسی وقت پرہیزگاری کا دامن نہ چھوڑے۔ اور ان دونوں صورتوں میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں یعنی خاص اور عام اور خواص ہمیشہ دقیق پرہیزگاری کا خیال رکھتا ہے اور حلال کا یقین ہوتے تک نہیں . اور جب کوئی مشکل پڑتی ہے تو بقدر ضرورت لے لیتا ہے۔ اور عام لوگ صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اور جب انہیں چوری یا غصبی نہ ہونے کا یقین ہو تو لے لیتے اور کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں یہ میرے لیے حلال ہے اور اس کے بارے میں اللہ کا حکم واضح ہے کہ اللہ کے حکم سے لو اور اس کی خوشنودی کے مصارف میں خرچ کرے۔

باب (۱۷)

بھائی چارے کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا تین چیزیں ہر زمانے میں قابلِ قدر ہیں اللہ کی خاطر بھائی چارہ قائم کرنا، محبت کرنے والی نیک بیوی جو اللہ کے دین میں مددگار بنے اور صالح اولاد۔ اور جس نے یہ تینوں چیزیں پائیں تو وہ دونوں جہانوں کی بھلائی پر فائز ہوا۔ اور دنیا و آخرت کا بہترین اور زیادہ حصّہ پایا۔ خبردار ان سے بچو جو تمہارے ساتھ کسی لالچ خوف، مال، کھانے پینے یا ملال کی وجہ سے بھائی چارہ قائم کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور ہر وقت صاحبان تقویٰ کو بھائی بنانے کی کوشش کرنا چاہیے دنیا کے اندھیروں میں ڈھونڈنا پڑے چاہے تمہاری عمر ان کی تلاش میں صرف کیوں نہ ہو کیونکہ خدا وند عالم روئے زمین پر اپنے انبیاء کے بعد ان کے علاوہ کسی دوسرے کو دوست نہیں رکھتا اور ان کی صحبت سے بڑھ کر اللہ کی اور کوئی نعمت نہیں۔

خدا وند عالم نے فرمایا ہے۔ "اس دن سوائے متقین کے دوسرے تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے"۔ میرا گمان ہے کہ ہمارے اس زمانے میں بے عیب دوستوں کو تلاش کرنا بغیر دوست کے رہنے پر منتج ہوگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا وند عالم اپنے انبیاء کو جو سب سے بڑی کرامت دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اظہارِ نبوت کے وقت انہیں تصدیق کرنے والے متقی دوست عطا کرتا ہے۔

جنہیں یہ عظیم کرامت عطا فرمائی ہے وہ اس کے دوست، اولیاء، اصفیا اور امناء ہیں اور اس کے انبیاء کی صحبتوں کو پانے والے ہیں یہ بات اس کی دلیل ہے کہ اللہ کی معرفت کے بعد جو عظیم و پاکیزہ نعمت ہے وہ یہ ہے کہ صرف اللہ کی خاطر ہم نشینی اور اللہ کی رضا کے لیے بھائی چارہ قائم کیا جائے۔

باب (۲۷)

مشاورت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا دین اس بات کا متقاضی ہے کہ تم اپنے امور میں مندرجہ ذیل صفات کے حامل افراد سے مشورہ کرو۔ صاحبان عقل ہوں، عالم ہوں تجربہ رکھتے ہوں، تمہارے خیر خواہ ہوں اور صاحب تقویٰ ہوں۔ اگر پاؤ تو ان پانچوں سے مشورہ لو اور اللہ پر توکل کر کے ارادہ مستحکم کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ اور اپنے امور جو تمہارے دین کی طرف نہ لوٹتے ہوں ان کا فیصلہ کرو۔ اور تردّد نہ کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو زندگی کی برکتوں کو پاؤ گے اور اطاعت کی مٹھاس چکھو گے۔ مشورہ کرنے سے علم حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک عاقل اس سے نیا اور جدید علم اخذ کر لیتا ہے۔ اور ارادے کے حصول پر دلالت کرتا ہے۔ مشورہ کے اہل لوگوں سے مشورہ لینا ایسا ہے جیسے زمین و آسمان اور ان کی وسعتوں پر غور و فکر کیا جائے اور یہ دونوں غیب ہیں اور ان کے بارے میں جس قدر غور و فکر کیا جائے اسی قدر عمیق نور معرفت حاصل ہوتا ہے۔ اس سے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان سے مشورہ مت لو جن کی تمہاری عقل تصدیق نہ کرے چاہے عقل و پرہیزگاری میں مشہور ہوں اور جن کے بارے میں تمہارا دل تصدیق کرے ان سے مشورہ کرنے کے بعد مخالفت نہ کرو چاہے تمہارا ارادے کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نفس حق و باطل کو قبول کرنے میں برابر ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا اپنے امور میں تم ان کے ساتھ مشورہ کرو نیز فرمایا وہ حکومت کے امور میں ایک دوسرے سے مشاورت کرتے ہیں۔

باب (۴۳)

حلم کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ بُردباری ایک خدائی چراغ ہے جس کے ذریعے ایک انسان اس کے کریم پروردگار کی طرف ہدایت پاتا ہے۔ اور انسان توحید اور معرفت کے انوار کی تائید کے بغیر حلیم نہیں ہو سکتا۔ حلم پانچ صورتوں کے گرد گھومتا ہے۔ اگر وہ طاقت و قوت والا ہے تو کمزوری اختیار کرے، اگر سچا ہے تو تہمت لگے۔ یا حق کی طرف دعوت دے تو سُبک سمجھا جائے، یا بغیر کسی جرم کے اذیت دی جائے۔ یا حق مانگے تو مخالفت کی جائے، اگر ان تمام صورتوں کو تم نے برداشت کیا تو گویا اس کا حق ادا کیا۔ جب سفیہ لوگ اس کی طرف بڑھتے ہیں تو ان سے منہ موڑ کر جواب دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ لوگ تمہارے مددگار بنیں گے۔ کیونکہ جو شخص سفیہ سے جھگڑا کرے گا تو ایسا ہے جیسا کہ آگ میں مزید لکڑی ڈال دی جائے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ مومن کی مثال زمین جیسی ہے کہ جب لوگ ہمت کر گیے تو ان کے لیے فائدے ہیں۔ اور جو لوگ دوسروں کی جفاؤں پر صبر نہیں کر سکتے وہ اللہ کی رضا تک نہیں پہنچ پاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا لوگوں کی جفاؤں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ حکایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے احنف بن قیس سے کہا خبردار کوئی تمہیں مشقت میں نہ ڈال دے انہوں نے کہا میں تم سے زیادہ حلیم ہوں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں حلم کا مرکز اور علم کا

معدن اور صبر کا مسکن قرار پاؤں۔ حضور اکرمؐ نے کیا ہی سچ فرمایا کیونکہ حلم کی حقیقت یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ برائی کرے اور اس کی مخالفت کرے اور اس سے انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہوئے وہ اسے معاف کر دے۔ جیسے کہ دعا میں وارد ہوا ہے۔ اے میرے پروردگار تو علم و حلم میں بڑھ کر ہے کہ تو میرے اعمال پر میرا مواخذہ کرے اور مجھے میرے گناہوں کی بنا پر ذلیل کرے۔

باب (۴۷)

پیروی کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: اقتداء و پیروی کی بنیاد اطاعتِ خداوندی کے لیے اس قسم کے صحیح ہونے پر ہے جو ارواح نے ابتداءً کھائی تھی (عالمِ ذر کی طرف اشارہ ہے) نیز "نورِ وقت" کے "نورِ ازلی" (اللہ) سے امتزاج پر ہے۔ اقتداء و پیروی کے معنی ظاہری حرکات کی اپنے اوپر چھاپ لگا لینا نہیں ہے اور نہ ہی حکماء و آئمہ میں سے اولیاء دین سے اپنے کو منسوب کرنا ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: روحیں تیار شدہ لشکر کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں وہ ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور جو ایک دوسرے سے آشنا نہیں وہ ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔

میرے رب نے میرے نفس کی تربیت کی۔ جو چیز اربابِ بصیرت و عقل کی اچھی پائی ان کی پیروی کی اور جو چیز جاہلوں میں قبیح پائی اس سے پرہیز کیا اور اسے ہمیشہ کے لیے ترک کیا اس طرح سے میں علم کے راستے پر لگ گیا۔ اور جو مومنین اور صاحبانِ عقل ہیں ان کے لیے پیروی سے بڑھ کر اور کوئی سلامتی کی راہ نہیں۔ کیونکہ یہ ایک واضح راستہ اور درست مقصد ہے۔

خداوند عالم نے اپنی عزیز ترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے پس تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔

خداوند عالم نے فرمایا۔ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں وحی کی کہ تم ابراہیم کے دینِ حنیف کی پیروی کرو۔ اگر خداوند عالم کے نزدیک "پیروی" سے بڑھ کر اور کوئی قابلِ قدر دین ہوتا تو یقیناً اس کے انبیاء اور اولیاء اس کی طرف رہنمائی کرتے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ دلوں کے اندر ایک نور ہے جو اسی وقت روشنی دیتا ہے جب حق کی پیروی کی جائے اور اس کے راستے کا ارادہ کیا جائے۔ یہ انبیاء کے نور کا ایک حصہ ہے جو مومنوں کے دلوں میں رکھا گیا ہے۔

باب (۷۵)

عفو کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا (انتقام) کی قدرت رکھتے ہوئے معاف کرنا رسولوں کا طریقہ اور متقین کا شیوہ ہے۔ اور عفو کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنے دوست کو جو تم پر ظلم کرے درگزر کرتے ہوئے اس کے ساتھ احسان و نیکی کرو۔ جو کوئی بھی یہ شیوہ اختیار کرتا ہے۔ اور اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرتا ہے اسے کرامت کا لباس پہناتا ہے اور اس کی قدر و قیمت بڑھاتا ہے کیونکہ عفو اور مغفرت کرنا اللہ کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں۔ جنہیں اس نے اپنی مخلوق میں سے برگزیدہ افراد کو ودیعت کیا ہے تاکہ وہ مخلوق پر اپنے خالق و مالک کے اخلاق کے ساتھ خلیفہ بن جائیں۔ اسی لیے خداوند عالم نے فرمایا کہ تم معاف کرو اور درگزر کرو کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے اور اللہ غفور و رحیم ہے اور انسانوں میں سے جو اپنے جیسوں پر رحم نہ کرے اور انہیں معاف نہ کرے وہ کیونکر جبار و قہار پروردگار سے عفو کی اُمید رکھ سکتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھے ان خصال کا حکم فرمایا اور کہا جو تم سے قطع رحمی کرے ان سے صلہ رحمی کا حق ادا کرو۔ جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔ جو تجھے محروم کرے اسے دیدو۔ جو تم سے بُرائی کرے اس کے ساتھ نیکی کرو۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے اس حکم کی اطاعت کریں۔ "کہ جو کچھ تم کو رسول دیدیں

اسے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔ معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ
دلوں کے اندر سرور پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے خواص بندے کسی کو معاف کر کے مسرور
ہوتے ہیں پس جو شخص اللہ کو مسرور کرتا ہے اللہ بھی اسے خوشی دیتا ہے۔ حضور اکرمؐ
نے فرمایا کیا تم میں سے کون ابو ضمضم بننے سے عاجز ہے؟ پوچھا گیا یا رسول اللہ
ابو ضمضم کیا ہے؟ فرمایا تم سے پہلے ایک شخص تھا جب صبح ہوتی تھی تو وہ کہتا تھا
اے میرے پروردگار میں نے اپنا گھر عمومی طور پر صدقہ کیا ہوا ہے۔

باب (۷۶)

وعظ و نصیحت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا بہترین موعظہ یہ ہے کہ انسان اپنی باتوں میں سچائی کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ اور اپنے افعال میں اخلاص کی حدود سے باہر نہ نکلے۔ پس اس طرح وعظ کرنے والے اور وعظ سننے والے کی مثال جاگنے والے اور غفلت کی نیند سونے والے کی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی اور مخالفتوں سے جاگنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے تو وہ یہ صلاحیت بھی حاصل کرتا ہے کہ دوسروں کو وعظ و نصیحت کرے۔ لیکن ایسے اشخاص جو بغاوت و سرکشی اور ظلم اختیار کرنے والوں کی راہ پر چلنے والے ہوں اور اپنے ظاہر کو صالحین کے اخلاق جیسا دکھانے کی کوشش کرنے میں وقت ضائع کرتے ہیں اور اپنے باطن کو سنوارنے کی کوششوں کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ ان صفات سے خالی ہوتے ہیں اور اپنی تعریف چاہتے ہیں اور انہیں حرص کی تاریکی ڈھانپ لیتی ہے۔ اپنی خواہشات کے فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔

خداوند عالم کا فرمان ہے ایسا دوست بھی برا اور ایسا ٹھکانہ بھی برا۔ مگر وہ جسے اللہ نور توحید اور اپنی تائید کے ذریعے حسن توفیق کرتے ہوئے اس کے دل کو نجاستوں سے پاک کرکے اسے معرفت اور تقویٰ سے دور نہیں کرتا گمراہوں کی باتیں سن کر ان لوگوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے حکما کا کہنا ہے کہ حکمت حاصل کرو

چاہے دیوانوں کی زبان سے ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ایسے لوگوں سے ہمنشینی اختیار کرو جن پر نظر کرنا تمہیں اللہ کی یاد کا باعث بنے چہ جائکہ اس کا کلام اور تم ایسے افراد سے ہم نشینی اختیار نہ کرو جن کا ظاہر تمہارے ساتھ ایک ہو اور اس کا باطن تمہاری مخالفت کرے۔ کیونکہ ایسا دعویٰ کرنے والا اگر تم سچے ہو تو تمہیں ذلیل کرے گا۔ اگر ان تین صفات کا حامل تمہیں میسر ہو جائے تو اسے غنیمت جانو اس کا دیدار، ہم نشینی اور اس کے ساتھ بات کرنا ہو خواہ ایک لمحے ہی کے لیے کیوں نہ ہو، کیونکہ ایسا شخص تمہارے دین، دلوں اور عبادتوں کے لیے برکتوں کا باعث ہوگا۔ پس ایسا شخص جس کی باتیں اس کے کام سے آگے نہ بڑھیں، جس کا فعل اس کی سچائی سے آگے نہ بڑھے، اور اس کی سچائی اس کے پروردگار سے جھگڑا نہیں کرتی۔ پس اس کے پاس احترام کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرو اور برکتوں اور رحمتوں کا انتظار کرو۔ اس سے بچے رہو کہ تم پر حجت تمام ہو جائے۔ وقت کا خیال رکھو تاکہ تمہاری ملامت نہ کی جائے اور تم نقصان اٹھاؤ۔ اور اس پر اللہ کا فضل و کرم ہو اور وہ خصوصیت پائے۔

باب (۷۷)

وصیّت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا بہترین وصیت اور اس کی بڑی شرط یہ ہے کہ تم اس وقت اپنے پروردگار کو مت بھولو اور اسے ہر وقت یاد رکھو اس کی نافرمانی مت کرو اور ہمیشہ حکم کے مطابق اطاعت کرو۔ اس کی نعمات سے فریب مت کھاؤ اور ہر وقت شکر ادا کرو۔ اس کی رحمت و عظمت اور جلالت کے پردوں سے باہر نہ نکلو اگر ایسا کرو گے تو گمراہ ہو کر ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ اگر تم پر کوئی مصیبت، تکلیف پڑے یا غموں کے پہاڑ ٹوٹیں تو یقین رکھو کہ اس کی آزمائشیں ابدی کرامات کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور غم اس کی رضا اور تقرب کا باعث ہوتے ہیں چاہے مدت کے بعد ہی کیوں نہ ہو اور جس کے بارے میں یقین ہو اور موافقت نظر آئے تو اس کی نعمتیں اس تک پہنچتی ہیں۔ روایت ہے کہ رسول اکرمؐ سے ایک شخص نے وصیت چاہی تو حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ کبھی غصّہ نہ ہونا، کیونکہ اس میں تیرے رب کے ساتھ جھگڑا ہے۔ اس نے کہا کچھ اور وصیت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا خبردار عذر داری کی نوبت نہ آنے پائے کیونکہ اس میں شرک خفی موجود ہے۔ اس نے کہا کچھ اور وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تم ہر وقت کی نماز کو آخری نماز سمجھ کر ادا کرو کیونکہ اس میں فصل اور تقرب ہے اس نے کہا کچھ اور وصیت فرمائیں فرمایا اللہ تعالیٰ سے اسی طرح حیا کرو جیسا کہ تم اس کے صالح بندوں سے حیا کرتے ہو کیونکہ اس سے یقین زیادہ ہوتا ہے اور خداوند عالم نے تمام اوّلین و آخرین کے وصیت کرنے والوں اور جس کے بارے میں

وصیت کی جاسکتی ہے ا سے ایک خصلت میں جمع فرمایا ہے اور وہ تقویٰ ہے ۔
خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ ہم نے لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی ہے وصیت کی ہے اور تمہیں بھی وصیت کرتے ہیں کہ خبردار تقویٰ اختیار کرنا کیونکہ اس میں تمام صالح عبادات جمع ہیں اور اسی کے ذریعے بلند درجات تک رسائیؔ ہوتی ہے اور بلند مرتبے حاصل ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں وہ پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں اور دائمی انس پاتے ہیں۔ خداوند عالم نے فرمایا بیشک جو متقین ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے یعنی پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے پروردگار کی بارگاہ میں (سورہ قمر آیت: ۵۵)

باب (۷۸)

توکّل کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا خدا کے سربمہر جاموں میں سے ایک توکل ہے۔ توکل کرنے والوں کے علاوہ اور کوئی اُس کی مہر نہیں توڑتا اور نہ ہی اس میں سے پی سکتا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا "اللہ پر توکل کرنے والے ہی توکل کرتے ہیں" اور فرمایا اگر تم صاحبان ایمان ہو تو اللہ پر توکل کرو" خداوند عالم نے توکّل کو ایمان کی کلید قرار دیا ہے۔ توکّل کی حقیقت ایثار ہے۔ نیز ایمان کا قفل بھی توکّل ہے۔ ایثار کی بنیاد یہ ہے کہ حقداری کے باوجود کسی چیز کو (دوسروں) کے لیے پیش کیا جائے توکّل کرنے والا اپنے توکّل میں دو ایثاروں میں سے ایک میں سے الگ نہیں ہوتا۔ اگر کسی وجہ کے اثر سے توکّل کرتا ہے تو وہ علت اللہ کی ذات ہے جو اس کے ساتھ باقی رہتی ہے اور اگر کسی علت کے بغیر تم توکّل کرتے ہو تو اپنے روح و جسم کے ساتھ تکبیر کہو اور اپنی تمام آرزوؤں کو ترک کرو جس طرح زندگی موت کے حوالے کرتے ہو۔ توکّل کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ اپنی ہمت سے اس کی طرف مت بڑھو جو تیرے سامنے ہے اور اپنی قسمت پر ایک دوسرے کو مطلع نہ کرو۔ جو تمہارے پاس نہیں اس کی طرف نظر اٹھا کر مت دیکھو۔ اگر ایسا کروگے تو تمہارے ایمان کی گرہ ٹوٹ جائے گی اور تمہیں معلوم بھی نہیں ہوگا۔ اگر تم بعض متوکلین کی علامات سے واقف ہونا چاہتے ہو۔ تو اس حکایت کا دامن تھام لو۔ روایت کی گئی ہے کہ کچھ توکّل کرنے والے کسی امام کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور کہا کہ توکّل کے بارے میں میرے سوال کا جواب دے کر مجھ پر مہربانی فرمائیں۔ اور امام اس شخص کو اس کے حسن توکّل کے ساتھ جانتے تھے اور اس کے عمدہ زہد سے آشنا تھے اور سچائی کے شرف سے مشرف جانتے تھے اور اس کے سوال کے شروع کرنے سے پہلے ہی اس سے واقف تھے۔ اس سے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور ایک لمحہ میرا انتظار کرو۔ ہم سمجھے کہ امام اس کے سوال کا جواب دیں گے۔ اتنے میں ایک سائل محتاج دونوں کے درمیان آیا اور امام نے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کیا اور کوئی چیز نکال کر اسے دیدی پھر سائل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہاں پوچھو تم نے کیا کہا تھا اس سائل نے کہا اے امام آپ کو میرے سوال کے جواب پر قادر اور توانا جانتا تھا مگر آپ نے میرے لیے اس کا جواب موخر کیوں فرمایا؟ فرمایا ایمان میرے کلام سے قبل معنیٰ سے عبارت ہے۔ بشرطیکہ میں اپنے باطن کے بارے میں غلطی نہ کروں جبکہ پروردگار بھی اس پر مطلع ہے کہ تو پھر توکل کے علم پر گفتگو کروں درآنحالیکہ میری جیب میں ایک سکہ تھا مجھے یہ جائز نہیں تھا کہ اس کی موجودگی میں، میں توکل پر گفتگو کرتا مگر یہ کہ اسے اللہ کی راہ میں دے کر۔ یہ سن کر سائل نے ایک چیخ ماری اور قسم کھائی اور کہا کہ وہ آبادی میں کبھی پناہ نہیں لے گا اور ساری زندگی کسی بشر سے مانوس نہ ہوگا۔

باب (۷۹)

مومن بھائیوں کی تعظیم کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ دینی بھائیوں کے ساتھ مصافحہ کرنے کی بنیاد ان کے ساتھ اللہ کی محبت کا اظہار ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ دینی بھائی جب اللہ کی خاطر مصافحہ کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کے گناہوں کو زائل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس حالت میں لوٹتے ہیں جیسے کہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے دل میں محبت اور تعظیم بڑھ جاتی ہے۔ اور ان میں سے دین کا علم رکھنے والے پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ایسی قابلِ قدر نصائح کرے جنہیں خداوند عالم نے لازم قرار دیا ہے اور اس کی استقامت، قناعت اور رضائے الٰہی کی طرف ہدایت کرے۔ اور اللہ کی رحمت کی بشارت دیدے۔ اور اس کے عذاب سے خوف دلائے۔ اور بھائیوں پر لازم ہے کہ اس ہدایت کو اپنے لیے برکت سمجھیں اور جس کی دعوت دیں اسے قبول سمجھیں۔ اسے نصیحت کرے اور ایسی رہنمائی کرے جو اللہ پر توکل اور استعانت کی طرف گامزن کرے تاکہ وہ اس کی توفیق پائے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم سے کہا گیا کہ آپ نے کس حالت میں صبح کی؟ فرمایا میں نے اس حالت میں صبح کیا؟ فرمایا میں نے اس حالت میں صبح کیا کہ جس کی امید رکھتا ہوں اس کے حصول کی طاقت نہیں رکھتا اور جس چیز سے بچنا چاہتا ہوں اسے دُور

کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔ اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور نا فرمانی سے روکا گیا ہوں اور اپنے سے زیادہ کسی کو فقیر نہیں پاتا۔

اویس قرنی سے پوچھا گیا کہ تم نے کس حالت میں صبح کی؟ فرمایا ایک شخص کس طرح صبح کر سکتا ہے کہ جب صبح کو پاتا ہے تو نہیں جانتا ہے کہ شام کو پائے گا یا نہیں اور جب شام کو پاتا ہے تو نہیں جانتا کہ صبح کو پائے گا یا نہیں۔

حضرت ابوذر نے فرمایا اپنے پروردگار اور اپنے نفس کا شکر کرتے ہوئے صبح کرتا ہوں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو اس حالت میں صبح کرے کہ اس کے دل میں اللہ کے غیر نے جگہ بنائی ہو تو یقیناً اس نے نقصان اٹھانے والے اور حد سے گزر جانے کی طرح دن کی ابتداء کی۔

باب (۸۰)

جہاد اور ریاضت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا خوشحال ہو اس بندے کا جو اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف اللہ کی خاطر جہاد کرتا ہے۔ جب اس وقت اپنے خواہشات کو شکست دیتا ہے تو اللہ کی رضا پر فتح پاتا ہے۔ اور جس کی عقل کوشش اور سکون کے ساتھ نفس امارہ پر غالب آتی ہے اور اللہ کے حضور خضوع و خشوع اختیار کرتا ہے، وہ بڑی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوا اور اللہ اور بندے کے درمیان نفس اور خواہشات سے بڑھ کر اور کسی تاریک وحشت کا حجاب نہیں۔ اور اسے قتل کرنے اور توڑنے کا آلہ اللہ کے حضور اظہار عاجزی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ خشوع و خضوع رکھنے والا، دنوں میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے والا، راتوں کو نماز پڑھنے والا اگر مر جاتا ہے تو شہید مرجاتا ہے۔ اور اگر زندہ رہے اور ان پر ثابت قدم رہے تو اس کی عاقبت عظیم رضا پر منتج ہو گی۔

خداوند عالم نے فرمایا "جو لوگ ہماری خاطر جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھ دیتا ہے۔ جب تم اپنے سے زیادہ کسی کو جدوجہد کرنے والا دیکھو تو اپنے نفس کو ملامت کرو اور اسے اپنے جدوجہد میں اضافہ کرنے پر ابھارو اور اسے اوامر کے بجالانے کی مہار اور مناہی سے روکنے کے لیے لگام قرار دو۔

اور اسے فائدہ بخش باغات کی طرف ہانکو جس کی طرف قدم اسی وقت بڑھتے ہیں کہ ابتدائی اور آخری قدم درست اٹھائے جائیں ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حد تک نمازیں پڑھتے رہے کہ دونوں پاؤں میں ورم آیا تو آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں ۔ اس سے حضور اکرمؐ کی مراد یہ تھی کہ امت والے عبرت حاصل کریں ۔ اور کوشش ، ریاضت اور مشقت سے غافل نہ ہوں ۔ وہ بھی اس حالت میں کہ تم اللہ کی عبادت کی حلاوت چکھو اور اس کی برکتوں کو دیکھو اور اس کے نور کی روشنی پاؤ گے تو ایک لمحے کے لیے بھی ترک نہیں سکتے چاہے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ کر دیا جائے ۔ اور جو شخص اس حالت سے منہ موڑتا ہے تو گویا اس نے عصمت اور توفیق سے منہ موڑا ۔ ربیع بن خیثم سے کہا گیا کیا ہوا ہے تمہیں کہ تم رات کو نہیں سوتے ؟ اس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ موت کہیں شب خون نہ مارے ۔

باب (۸۱)

موت کی یاد کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ موت کی یاد سے نفس کی خواہشات مرجاتی ہیں۔ غفلت ختم ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کے وعدوں پر دل کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ فطرت میں نرمی آتی ہے اور ہوائے نفس کی نشانیاں ٹوٹتی ہیں۔ اور حرص کی آگ بجھ جاتی ہے اور دنیا حقیر لگتی ہے۔ حضور اکرمؐ کا یہ فرمان اسی معنی کی طرف دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک لمحے کا غور و فکر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ اس وقت کہ جب دنیا کے خیمے کی رسیاں سمیٹ کر آخرت کے لیے باندھی جائیں اس صفت کے ساتھ موت کے ذکر کے وقت نزول رحمت رکتی نہیں ہے۔ اور جو موت سے عبرت حاصل نہیں کرتا، اس کے لیے عجز کی زیادتی، بہانوں کی کمی، قبر میں زیادہ عرصہ اور قیامت کی حیرانی کے سوا کچھ نہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ لذتوں کے مٹانے والی کو یاد کرو۔ کہا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ موت ہے جب انسان حقیقتاً کشائش کے اوقات میں اسے یاد کرتا ہے تو دنیا اس پر تنگ ہوتی ہے۔ اور جب شدائد اور مصیبتوں میں اسے یاد کرتا ہے تو کشائش ہوتی ہے۔ اور موت آخرت کے منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ خوشحال ہے اس کا جو اپنی اوّلین منزل میں عزت پاتا ہے اور خوشحال ہو اس کا جو اپنی آخری منزل میں حسن مشایعت پاتا ہے۔ اور موت وہ قریب ترین شے ہے جسے انسان دور سمجھتا

ہے۔ انسان اپنے نفس کے ساتھ کتنا جری ہے اور تخلیق کے اعتبار سے اتنا ہی کمزور ہے۔
اور موت مخلصین کے لیے نجات کا باعث ہے۔ اور مجرمین کے لیے ہلاکت ہے۔ اس لیے
جو موت کا مشتاق ہے وہ نجات کا مشتاق ہے اور جو اسے ناگوار سمجھتا ہے وہ نجات کو
ناگوار سمجھتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی
ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناگوار سمجھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو
ناپسند کرتا ہے۔

باب (۸۲)

حُسن ظن کے بارے میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا حُسن ظن کی بنیاد کسی شخص کی حُسنِ ایمان اور سلامتی دل کی علامت ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ جب کبھی بھی دیکھتا ہے تو پاکیزہ نظر سے بغیر کسی بُرے خیال کے دیکھتا ہے اور اس کے دل میں، امانت، سچائی حیا اور پاک دامنی ہوتی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "تم اپنے بھائیوں کے بارے میں نیک گمان رکھو تاکہ تم فائدہ پاؤ اس کے ذریعے دل پاک صاف ہوتے ہیں اور طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے۔ ابی بن کعب نے کہا اگر تم اپنے بھائیوں میں سے کسی میں کوئی ایسی خصلت پاؤ جو تمہیں ناگوار گزرے تو اس کی ستر تاویلیں سوچو اور اگر ان کے بعد تمہارے دل کو سکون ملے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرو کہ تم اسے معذور نہ سمجھے۔ اور اگر تم کو کسی خصلت پر قدرت حاصل ہو جائے جس سے نفس کو خوشی ہو اور اس کی ستر تاویلیں کر سکو تو اس کا انکار کرنے کے تم دوسروں سے زیادہ حقدار ہو۔

خداوند عالم نے حضرت داؤد علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندوں کو میری نعمتوں کی یاد دلاؤ کہ انہوں نے مجھ سے حُسن سلوک کے علاوہ کچھ نہیں پایا اس لیے وہ باقی کے بارے میں بھی ایسا ہی گمان رکھیں سوائے اس کے جو ہماری طرف سے

پہلے ہو چکا ہے۔ حسنِ ظن انسان کو حسنِ عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ اور فریب کھانے والے تو نافرمانی میں دھنستے ہی چلے جاتے ہیں۔

اس کے باوجود مغفرت کی آرزو رکھتا ہے اور اللہ کے اطاعت گزار بندوں کے علاوہ اور کوئی اللہ کے بندوں سے حسنِ ظن نہیں رکھتا جو اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے اور عتاب سے ڈرتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا اے محمدؐ میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوں جو مجھ سے حسنِ ظن رکھتا ہے۔ پس جو شخص وفا کا حق ادا نہیں کرتا جو حقیقت میں اس کے پروردگار پر ظن کا عطیہ ہے تو اس نے اپنے نفس پر سب سے بڑی حجت قائم کی اور اپنی خواہشات پر مسرور رہ کر دھوکہ کھانے والوں میں شامل ہوا۔

باب (۸۳)

سپردگی کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اپنے امور کو اللہ کے سپرد کرنے والا ہمیشہ کی راحت اور دائمی خوشگوار زندگی پاتا ہے۔ حقیقت میں تفویض کرنے والا وہی ہے جو اللہ کے علاوہ کسی ہمت کا قائل ہی نہیں۔ جیسے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے: "میں اپنے پروردگار کی تقسیم پر راضی ہوں اور اپنے تمام امور اپنے خالق کو تفویض کیے ہیں جیسے کہ ماضی میں میرے ساتھ نیک سلوک کیا ہے اسی طرح بقایا عمر میں بھی اچھا سلوک کرے گا۔"

خداوند عالم نے مومن آل فرعون کے بارے میں فرمایا۔ میں اپنے امور کو اپنے اللہ کو تفویض کرتا ہوں بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسے مکر کرنے والوں کے شر سے بچایا اور آل فرعون کو دردناک عذاب میں مبتلا کیا۔

تفویض (یعنی سپردگی) کے پانچ حرف (ت ف و ی ض) ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا ایک خاص مطلب ہے۔ یعنی جو شخص اس کے احکام کو بجالاتا ہے تو "تا" کے ساتھ اپنی دنیاوی تدابیر کو ترک کرتے ہوئے آتا ہے۔ اور "فا" سے مُراد اللہ کے علاوہ دوسری ہمتوں سے فنا اختیار کرے۔ (واو) سے وفائے عہد کرے اور تصدیق وعدہ کرے "یا" سے اپنے نفس سے یاس اختیار کرے اور اپنے پروردگار پر یقین صادق پیدا کرے۔

"حق" سے اپنے ضمیر کو اللہ کے لیے پاک و صاف کرے اور اس کی ضرورت کا احساس کرے۔ اور تفویض کرنے والا تمام آفات سے سلامتی کے ساتھ صبح کرتا ہے اور بدن کی عافیت کے ساتھ شام کرتا ہے۔

باب (۸۴)

یقین کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا یقین بندے کو ہر بلند مرتبے اور مقام پر فائز کرتا ہے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے یقین کی عظمت شان کے بارے میں بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پانی پر چلتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ اگر ان کا یقین اس سے بھی زیادہ ہوتا تو وہ ہوا میں اُڑتے۔ حضورؐ کے اس فرمان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام اللہ سے جلالت مرتبہ پانے کے باوجود ان کے اپنے یقین کی حقیقت کے مطابق مختلف درجات پر فائز تھے اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ یقین کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں۔ اسی طرح یقین کی پختگی اور کمزوری کی بناء پر صاحبان ایمان کے بھی مختلف درجات ہیں۔ پس ان میں سے جو ایمان کی پختگی کے درجہ پر فائز ہیں وہ اللہ کی طاقت وقوت کے علاوہ کسی قوت کو مانتے ہی نہیں اور اللہ کے احکام وعبادات میں ظاہری وباطنی طور پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ پس اس طرح ان کے نزدیک عدم اور وجود کی حالتیں اضافہ ونقصان، مذمت وتعریف، غلبہ اور کمزوری، وغیرہ کی حالتیں برابر ہیں اور وہ ان تمام کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔

اور جن لوگوں کا یقین کمزور ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو اسباب کا پابند سمجھتے ہیں۔ اور بغیر کسی استحقاق کے لوگوں کی عادات اور باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ہر وقت دنیا

کے حصول اور اس کو جمع کرنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا کرنا اسلام میں منع تھوڑی ہے اور اللہ کے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں اور بندے کو تو اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے اور جدوجہد کرنے سے رزق بڑھتا اور گھٹتا نہیں مگر اپنے افعال اور دل کے ساتھ اس کا انکار کرتے ہیں جیسے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے "یہ لوگ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اللہ اسے بہتر جانتا ہے" (سورہ آل عمران آیت ۱۶۷)

یہ خدا کا اپنے بندوں پر ایک لطف و کرم ہے کہ انہیں اپنی زندگی گزارنے کے لیے مساعی اور جدوجہد کرنے کی اجازت دی اور حکم دیا کہ اپنے تمام حرکات و سکنات میں اللہ کے حدود سے تجاوز نہ کریں اور فرائض الہیٰ اور سنت نبوی کو ترک نہ کریں اور توکل کی راہ سے روگردانی نہ کریں اور نہ حرص کے میدان میں کھڑے ہوں اگر وہ ان احکام کو بھول جائیں اور اس کی مخالفت سے ربط پیدا کریں اور حدود سے تجاوز کریں گے تو وہ ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوں گے اور سوائے جھوٹے بلند بانگ دعووں کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اور ہر کمانے والا توکل کرنے والا نہیں ہو سکتا جو اپنی کمائی کے ذریعے اپنے لیے سوائے حرام اور شبہ حرام کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ اپنی کمائی سے جو کچھ حاصل کرتے ہیں اس میں سے ایثار کرے اور بھوکا رہ کر اسے دنیا والوں کی خوشی پر خرچ کرتے ہیں۔ اور روکتا نہیں ہے۔ اور جسے کمانے کی اجازت دی گئی ہے وہ اس طرح ہے کہ انسان اپنے بدن کے ذریعے کمائے مگر دل سے توکل کرے اور اگر اس کے پاس زیادہ مال ہے تو اس کا امین بن جائے۔ اور یہ جانے کہ ایسا مال ہونا اور نہ ہونا اس کے لیے برابر ہے اگر اسے روکنا چاہتا ہے تو خدا کے لیے روکے اور خرچ کرے تو انہی راستوں پر خرچ کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور یقین رکھے کہ اس کا دینا اور روکنا اللہ کی طرف سے ہے۔

باب (۸۵)

خوف ورجا کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا خوف دل کا نگہبان اور اور امید نفس کی سفارش کرنے والی ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے اللہ سے خائف رہتا ہے اور اسی سے امید بھی رکھتا ہے۔ اور یہ دونوں مومن کے دو پردں کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے ذریعے اللہ کی رضا کی طرف وہ پرواز کرتا ہے۔ یہ دونوں مومن کی عقل کی آنکھیں ہیں جن کے ذریعے اللہ کے وعدہ اور وعید کو دیکھتا ہے۔ اور خوف اسے عدل الہٰی سے مطلع کرتا ہے اور اللہ کے وعید سے ڈراتا ہے۔ اور امید اللہ کی مہربانیوں کی طرف بلاتی ہے جو دل کو زندہ رکھتی ہے اور خوف نفس کو مارتی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا مومن دو خوف کے درمیان میں ہوتا ہے گزشتہ پر خوف اور آئندہ پر خوف نفس کے مرنے کے بعد دل کی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اور دل کی زندگی سے انسان استقامت پاتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت خوف امید کے ترازو میں تول کر کرتا ہے وہ کبھی نہیں بھٹکتا بلکہ اپنی امیدوں کو پا لیتا ہے اور ایک بندہ کیسے خوف نہ کرے جبکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا نامۂ اعمال کس عمل کے اندراج پر بند ہوا اور اس کا کوئی عمل ایسا نہیں جس کے ذریعے وہ اپنا استحقاق ثابت کرے نہ تو اسے کوئی طاقت وقدرت حاصل ہے اور نہ وہ فرار کر سکتا ہے۔ اور وہ کیسے اُمید نہ رکھے جبکہ وہ اپنے نفس کی کمزوری جانتا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی نعمتوں

اور احسانات کے سمندر میں غرق ہے۔ اور انہیں شمار نہیں کر سکتا۔ اللہ سے محبت کرنے والا اپنے پروردگار کی عبادت اس کے احوال کی جاگتی آنکھ سے مشاہدہ کر کے کرتا ہے اور زاہد اللہ کے خوف سے عبادت کرتا ہے۔

ادریس نے ھرم بن حیان سے کہا لوگ اُمید کی بناء پر عبادت کرتے ہیں اس نے کہا بلکہ خوف کی بناء پر کرتے ہیں اور خوف کی دو قسمیں ہیں ایک محکم اور دوسرا معارض محکم خوف سے امید پیدا ہوتی ہے اور معارض سے مستقل خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور رجا کی بھی دو قسمیں ہیں ایک رکا ہوا اور دوسرا ختم ہونے والا رجاء عاکف قائم رہنے والے خوف ثابت ہوتا ہے اور جو محبت کی نسبت سے زیادہ قوی کرتا ہے۔ اور ختم ہونے والے رجا سے کمزوری، کوتاہی اور زندگی کی اُمید درست ہوتی ہے۔

باب (٨٦)

رضا کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ رضا کی صفت یہ ہے کہ انسان تمام پسندیدہ امور اور ناپسندیدہ امور پر راضی رہے۔ اور رضا معرفت کے نور کی ایک شعاع ہے۔ اور راضی رہنے والا حقیقت میں اپنے تمام اختیارات کو فنا کرتا ہے اور راضی رہنے والے سے خداوند عالم راضی رہتا ہے اور رضا ایک ایسا نام ہے جس میں بندگی کے معنی موجود ہیں۔ اور رضا کا ماحصل دل سرور ہے۔ میں نے اپنے پدر گرامی حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سُنا آپ فرماتے تھے دل کا موجودہ سے لگاؤ رکھنا شرک ہے اور غیر موجود سے لگاؤ رکھنا کفر ہے

مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو بندگی کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی قسمت کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔ راضی رہنے والے اور عارفین اس سے بہت دور ہیں۔

باب (۸۷)

بلاء و امتحان کے بارے میں

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا بلاء مومن کے لیے زینت اور صاحبان عقل کے لیے کرامت کا باعث ہے کیونکہ اس کی وجہ سے صبر کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ اور اس وقت ثابت قدم رہنا ایمان سے درست نسبت کی نشانی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ ہم انبیاء کا گروہ بلاء (آزمائش) کے مرحلے میں شدید منزل سے گزرتے ہیں اور صاحبان ایمان اپنے ایمان کے درجے کے مطابق ہی آزمائش سے گزرتے ہیں اور جو شخص خوشی کے ساتھ آزمائش کا مزہ چکھتا ہے وہ اللہ کے حفظ و امان میں ہوتا ہے اور نعمات کی لذت سے زیادہ لذت حاصل کرتا ہے۔ جب یہ ختم ہوتا ہے تو اس کا مشتاق ہوتا ہے کیونکہ مصیبت و مشقت کے تحت نعمت کے انوار پوشیدہ ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے اکثر نجات پاتے ہیں اور نعمت کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور خداوند عالم نے حضرت آدم سے لے کر خاتم تک اپنے کسی بھی بندے کی تعریف نہیں کی مگر یہ کہ اسے بلا سے آزمایا۔ اور اس کے ذریعے انہوں نے بندگی کا حق ادا کیا۔ حقیقت میں اللہ کی کرامات کی انتہا کے حصول کے لیے بلاؤں سے ابتداء ہوتی ہے اور جو شخص آزمائش کی بھٹی سے نکل جاتا ہے وہ مومنین کے لیے چراغ، مقربین کے لیے ہمدم اور ارادہ کرنے والوں کے لیے رہنما بن جاتا ہے۔ اس بندے کے لیے کوئی بھلائی نہیں جو اپنی آزمائشوں کے دوران شکوہ و شکایت کرتا ہے جو اس کے

لیے ہزاروں نعمتوں کا سبب بن رہی ہیں اور جو شخص بلاؤں میں صبر کا حق ادا نہیں کرتا وہ نعمتوں کے شکر سے بھی محروم ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص نعمتوں کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتا ابتلا کے وقت صبر کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اور جو ان دونوں سے محروم ہوتا ہے وہ دھتکارے ہوئے میں سے ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا اے میرے پروردگار مجھ پر ستر راحتیں اور فراخیاں آئیں۔ یہاں تک کہ مجھ پر ستر بلائیں بھی آئیں۔

وہب بن منبہ نے کہا ابتلا مومن کے لیے ایسی ہے جیسے جانور کے پاؤں باندھنے کی رسی اور جیسے اونٹ کا نکیل ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا صبر ایمان کے لیے ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے جیسے بدن کے لیے سر اور صبر کا سہرا آزمائش ہے۔ اور عمل کرنے والوں کے علاوہ اور کوئی اسے نہیں درک کر سکتا ہے۔

باب (۸۸)

صبر کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا صبر انسان کے باطن نے نُور اور صفا کا پتہ دیتا ہے اور بے صبری کا مظاہرہ انسان کے باطن کی وحشت اور ظلمت کا پتہ دیتا ہے اور صبر کا ہر ایک دعویدار ہوتا ہے مگر اللہ کے حضور انکساری کرنے والوں کے علاوہ کسی میں نہیں پایا جاتا اور جزع فزع کا ایک انکار کرتا ہے مگر منافقوں میں یہ آشکارا تر ہوتا ہے۔ کیونکہ مصیبت و تکلیف کی خبر تو ہر جھوٹا اور سچا دیتا ہے اور صبر کی تفسیر یہ ہے۔ جو کسی کے مذاق میں استہزار پیدا کرے اور جس میں اضطراب پیدا ہو اسے صبر نہیں کہا جا سکتا اور جزع کی تفسیر یہ ہے کہ انسان کا دل مضطرب ہو اور وہ شخص محزون ہو، چہرے کا رنگ بدل جائے حالت تبدیل ہو جائے۔ اور بہر صورت ابتداء میں انکساری، انابہ اور اللہ کے حضور تضرع سے خالی ہوتی ہے۔ اور وہ صبر نہیں کرتا بلکہ جزع متزرع کرتا ہے۔

اور صبر بعض لوگوں کے لیے ابتدا میں تلخ اور انتہا میں خوشگوار ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے لیے ابتدا اور انتہا دونوں میں تلخ ہوتا ہے۔ پس جو اس کے انتہا میں داخل ہوا وہ داخل ہوا اور جو اس کے ابتداء میں داخل ہوا وہ خارج ہوا۔ اور جو شخص صبر کی قدر جانتا ہے وہ ان تمام بلاؤں پر صبر کرتا ہے جس پر صبر نہیں ہو سکتا۔ خداوند عالم نے موسیٰ اور خضر کے قصّے کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔ اور تم کیسے صبر کر سکتے ہو

جس پر تم مکمل اطلاع نہیں رکھتے" پس جو شخص مجبوراً صبر کرتا ہے اور مخلوق سے شکوہ نہیں کرتا یا اپنے رازوں کے فاش ہونے کے خوف سے جزع فزع نہیں کرتا اس کا شمار عام صبر میں ہے جس کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ صبر کرنے والوں کو بشارت دو۔ یعنی جنّت اور مغفرت کی۔ اور جو شخص فراخ دلی کے ساتھ مصیبتوں اور بلاؤں کا استقبال کرے اور طمانیت اور وقار کے ساتھ صبر کرے تو وہ خواص میں شامل ہوتا ہے اور اس کا حصّہ یہ ہے جیسے کہ خداوند عالم نے فرمایا بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

باب (۸۹)

غم کے بیان میں

امام صادقؑ نے فرمایا عارفین کا شعار ہے کیونکہ ان کی خلوتوں میں کثرت سے امورِ غیب پر وارد ہوتے ہیں اور اللہ کی کبریائی کے زیرِ حفاظت انہیں "فخر" کرنے کے طویل مواقع میسر ہوتے ہیں۔ اور محزون کا ظاہر تنگ مگر باطن فراخ ہوتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ بیماروں جیسی زندگی گزارتا ہے مگر اللہ کے ساتھ مقرب بندوں کی سی زندگی گزارتا ہے اور محزون فکرمند نہیں ہوتا کیونکہ فکرمند تکلف برتنے والا ہوتا ہے محزون کی فطرت اسی پر مبنی ہے۔ اور اس کے باطن سے حزن ٹپکتا ہے اور فکرمندی اس کے ظاہری اطوار سے محسوس ہوتی ہے اور یہی ان دونوں کے درمیان فرق ہے۔

خداوند عالم نے حضرت یعقوب علیہ السّلام کے قصے کے ضمن میں بیان فرمایا ہے "میں اپنے غم و حزن کی شکایت اپنے پروردگار سے کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے" پس اس سبب کی بناء پر جو حزن کی وجہ سے معلوم ہوئی۔ خداوند عالم نے دونوں جہانوں میں سے انہیں برگزیدہ کہا۔ ربیع بن خیثم سے کہا گیا کہ تمہیں کون سی چیز محزون رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا میں یقیناً مطلوب ہوں اور حزن کا دایاں انکساری اور بایاں خاموشی ہے۔ اور حزن عارفوں سے مخصوص ہے جبکہ غور و فکر میں ہر ایک خاص و عام مشترک ہیں۔ اگر عارفوں کے دل سے ایک لمحے کے لیے بھی حزن دور کیا جائے تو وہ فریاد کرنے لگیں اور یہ

غیر عارفوں کے دلوں میں رکھا جائے تو اُسے برا سمجھیں گے ۔ پس
حزن اپنے پہلے لمحے میں امن دلبشارت ہے اور تفکر دوسرے درجے پر ہے اور
اس کا پہلا درجہ اللہ پر درست ایمان ہے۔ اور اللہ کی طرف احتیاج ہے
اور نجات کی طلب ہے۔ حزین متفکر ہوتا ہے اور متفکر عبرت حاصل کرتا ہے
ان میں سے ہر ایک کا ایک رتبہ ہے۔ علم وراستہ اور علم وشرف ہے۔

باب (۹۰)

حیاء کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا حیاء ایک نور ہے اس کا دل ایمان ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ہر ایسی چیز کے سامنے ثابت قدم رہتا ہے جو توحید و ایمان کا انکار کرنے والی ہوں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا حیاء ایمان میں سے ہے اس لیے ایمان حیاء کی طرف بڑھتا ہے اور حیاء ایمان کی طرف بڑھتی ہے اور باحیا شخص میں تمام نیکیاں پائی جاتی ہیں اور جو حیاء سے محروم ہو اس میں تمام برائیاں جمع ہوتی ہیں۔ چاہے وہ کتنی ہی عبادت و پرہیزگاری کا مظاہرہ کرے۔ اگر اللہ کی ہیبت کی طرف اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے حیاء کے ساتھ ایک قدم اٹھایا جائے تو ایسا کرنا ستر سال کی عبادت بہتر ہے۔ اور بے حیائی بدبختی، نفاق اور کفر کی جڑ ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا جب تم میں حیا نہیں تو جو چاہو کرو۔ یعنی جب حیا سے اپنے آپ کو الگ کرو تو تمہارے لیے یہ برابر ہے کہ چاہے اچھائی کرو یا برائی تمہیں اس کا عذاب دیا جائے گا اور حیا کو خوف و حزن سے قوت ملتی ہے اور خوف الٰہی اس کا مسکن ہوتا ہے حیا کی ابتدا ہیبت ہے اور انتہا دیدار ہے اور باحیا شخص لوگوں سے کنارہ کشی کر کے اپنے شایان امور میں مشغول رہتا ہے۔ لوگوں کے زجر کو قبول کرتا ہے اگر وہ باحیا شخص کو چھوڑ دیں گے تو وہ کسی کے ساتھ ہم نشینی اختیار

نہیں کرے گا۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جب خداوند عالم کسی بندے کے بارے میں بھلائیؑ کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے اس کی اچھائیوں سے بے خبر کر دیتا ہے اور اس کی برائیوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے کرتا ہے اور اللہ کی یاد سے منہ موڑنے والوں کے ساتھ ہم نشینی کو ناگوار بنادیتا ہے۔ حیا کی پانچ قسمیں ہیں گناہوں سے حیا کرنا، کوتاہی سے حیا کرنا، کرامتوں سے حیا کرنا، محبت سے حیاء کرنا، ہیبت سے حیا کرنا، ان میں سے ہر ایک کے اہل ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک حد مرتبہ ہے۔

باب (۹۱)

معرفت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا معرفت رکھنے والے کا بدن مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا دل اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اگر وہ پلک جھپکنے کی حد تک بھی غفلت کرے تو اس کا دل مرجاتا ہے۔ خدا کی طرف شوق رکھتا ہے اور معرفت رکھنے والا اللہ کے ودائع کا امین، اس کے اسرار کا خزانہ اس کے انوار کا معدن، اس کی مخلوق پر اس کی رحمت کی دلیل، الہیٰ علوم کا حامل، اور اس کے فعل وعدل کا میزان ہوتا ہے۔ مخلوق اور دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا اس کا کوئی ہمدم نہیں ہوتا اس کی ہر بات، سانس اور اشارہ بھی اللہ کی خاطر ہوتا ہے اللہ کے سوا اس کا کوئی ہمدم نہیں ہونا اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کے ریاض قدس میں آتا جاتا رہتا ہے اس پر اس کے لطائف فضل کی بارش ہوتی ہے اس کی جڑ معرفت اور ایمان اسکی شاخ ہوتی ہے۔

باب (۹۲)

اللہ کی محبّت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جس کسی کے باطن میں اللہ کی محبت کی خوشبو پیدا ہوتی ہے اسے دوسرے تمام اذکار سے خالی کر کے اللہ کے ذکر میں مشغول رکھتی ہے۔ اور اللہ سے محبت کرنے والا اپنے باطن میں تمام بندوں کی نسبت سب سے زیادہ مخلص ہوتا ہے۔ لوگوں میں سب سے بڑا سچا، سب سے بڑا وفادار، عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاکیزہ، ذکر کے اعتبار سے صاف دل، اور سب سے بڑا عابد ہوتا ہے۔ جب وہ مناجات کرتا ہے تو فرشتے اس پر فخر و مباحات کرتے ہیں اور اس کے دیدار کو اپنے لیے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ اسی کے ذریعے خداوند عالم ملکوں کو آباد کرتا ہے۔ اس کی کرامت کی بنا پر اپنے بندوں کو عزت بخشتا ہے جب وہ اس کے وسیلے سے مانگتے ہیں تو دیتا ہے اور حق کے واسطے سے ان کی بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ اگر لوگوں کو خدا کے ہاں اس کے مرتبے کا علم ہو جائے تو اس کے قدموں کی مٹی کے بغیر اللہ کا تقرّب نہیں چاہیں گے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا اللہ کی محبّت ایک آگ ہے جس پر پڑے اسے جلا ڈالتی ہے۔ اللہ کا ایک ایسا نور ہے جس پر بھی طلوع ہو جائے اسے روشنی عطا کرتا ہے۔ اللہ وہ آسمان ہے کہ جس کے نیچے وہ بادل آئے وہ اپنے وقت ڈھانک دیتا ہے۔ اللہ کی ہوا ہے جس پر بھی لگے اسے متحرک کرتا ہے۔ اللہ کا پانی ہے جس کے ذریعے زمین کی

تمام چیزیں زندگی پاتی ہیں۔ اللہ کی زمین ہے جس سے تمام چیزیں اگتی ہیں پس جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے اُس کو تمام ملک اور ملکیت دیدیتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جب خدا اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اپنے دوستوں، ازواج، فرشتوں اور ساکنان عرش کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے کہ وہ اسے دوست رکھیں پس وہی حقیقت میں محبت کرنے والا ہے۔ خوشحال ہو اس کا اور اسے خداوند عالم کے ہاں کل قیامت کے دن شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔

باب (۹۲)

اللہ کی خاطر محبت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اللہ کی خاطر محبت کرنے والا اللہ سے محبت کرنے والا ہے اور اللہ کی خاطر محبت کیا جانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے پس جو اللہ کی خاطر کسی بندے سے محبت کرے تو گویا اس نے اللہ کے ساتھ محبت کی۔ اور جو کوئی بھی اللہ سے محبت کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا انبیاء کے بعد تمام لوگوں سے دنیا و آخرت میں وہی افضل ہیں جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور وہ محبت جو دوسری وجوہ کی بناء پر ہوتی ہے اسکا انجام عداوت پر ہوتا ہے مگر ان دونوں کی محبت بڑھتی ہی جاتی ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن متقین کے علاوہ دوسرے تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ کیونکہ محبت کی بنیاد یہ ہے کہ محبوب کے غیر سے برأت کی جائے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا اگر جنّت میں کوئی چیز پاکیزہ ترین اور لذیذ ترین ہے تو اللہ کی محبت ہے۔ اللہ کی خاطر محبت ہے اور اللہ کی تعریف ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا" کہ ان کا آخری قول یہ ہوگا کہ دونوں جہانوں کے پروردگار کی حمد ہے" (سورہ یونس: ۱۰) اور اسطرح جب وہ دیکھیں گے کہ جنت میں کیا نعمتیں ہیں تو ان کے دلوں میں محبت کی آگ بھڑک اٹھے گی اس وقت یہ آواز دیں گے والحمد للہ رب العالمین

باب (۹۴)

شوق کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ کی طرف جو مشتاق ہوتا ہے اسے کھانے کی خواہش نہیں رہتی، نہ پینے کا مزہ آتا ہے۔ نہ پیری کو اچھا سمجھتا ہے۔ نہ دوستوں سے مانوس ہوتا ہے گھر کو پناہ گاہ قرار نہیں دیتا، آبادی میں نہیں رہتا کپڑے تک نہیں پہنتا نہ کسی جگہ کو اپنا ٹھکانہ بناتا ہے بلکہ دن رات اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اور یہ اُمید رکھتا ہے کہ اپنے شوق تک رسائی حاصل کریگا۔ اور اپنی زبان کو سراپا شوق بناکر اپنے باطن کے مطابق مناجات کرتا ہے۔ جیسے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے جائے وعدہ پر کہا۔ "پروردگار میں نے تیری طرف آنے میں جلدی کی تاکہ تو راضی رہے۔ (سورہ طٰہٰ آیت ۸۴)

حضور اکرمؐ نے ان کی حالت یوں بیان فرمائی ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے پروردگار سے ملاقات کے شوق میں چالیس دن آنے اور جانے تک نہ تو کچھ کھایا، نہ پیا، نہ سوئے اور نہ کسی دوسری چیز کی خواہش کی۔ جب تم شوق کے میدان میں داخل ہو جاؤ تو اپنے نفس اور مقصد کو دنیا سے بہت بلند رکھو اور تمام پسندیدہ چیزوں سے قطع تعلق کرو۔ اور تمہارے شوق میں حائل ہونے والی تمام چیزوں سے منہ موڑ دو اور اپنی موت اور زندگی کے درمیان تلبیہ پڑھو اور کہو۔ "لبیک اللھم لبیک" خدا تمہارا اجر زیادہ کریگا مشتاق کی مثال غرق ہونے والے کی سی ہے کہ وہ اسوقت اپنے آپ کو بچانے کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں رکھتا اسی طرح وہ اپنے شوق کے علاوہ دوسری تمام چیزوں کو بھول جاتا ہے۔

باب (۹۵)

حکمت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا حکمت معرفت کا نور، تقوی کا معیار اور سچائی کا پھل ہے آپ کہہ سکتے ہیں کہ خداوند عالم نے دل کے لیے حکمت سے بڑھ کر کوئی نعمت رفعت اور قدر و قیمت پیدا نہیں کی ہے۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا "وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت دی اسے خیر کثیر عطا کیا۔ اور صاحبان عقل کے علاوہ سے کوئی یاد نہیں رکھتا یعنی میں حکمت اسی کو عطا کرتا ہوں جو اپنے نفس کو میرے لیے خالص کرے اور حکمت یہی نجات ہے اور حکمت کی صفت یہی ہے کہ امور کے ابتداء میں ثابت قدمی اختیار کی جائے اور اس کے انجام پر وقوف کیا جائے۔ اور ایسا ہی شخص اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف رغبت دلانے والا ہے۔

حضور اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا اگر خدا تیرے ہاتھوں کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے تو یہ تمہارے حق میں مشرق و مغرب کی ان تمام اشیاء سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

باب (۹۶)

دعوے کی وضاحت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ درحقیقت دعویٰ کرنا انبیاء، ائمہ، اور صدیقین کے لیے شایان ہے اور بغیر کسی حق کے دعویٰ کرنے والا ابلیس کی مانند ہے کہ وہ عبادت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر حقیقت میں اپنے پروردگار کے ساتھ جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور استحقاق کے بغیر دعویٰ کرنے والے پر بلاؤں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور ہر دعوی کرنے والے سے دلیل ہر حالت میں طلب کی جاتی ہے مگر وہ دلیل سے خالی ہوتا ہے اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں پاتا سچے سے کیوں کا سوال نہیں کیا جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا صادق کی طرف جب بھی کوئی دیکھتا ہے تو اس کی ہیبت چھا جاتی ہے۔

باب (۹۷)

عبرت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے دُنیا سے عبرت حاصل کرنے والا سوئے ہوئے کی مانند زندگی گزارتا ہے کہ چیزوں کو تو دیکھتا ہے مگر چھوتا نہیں ہے۔ اس کے دل و دماغ میں فریب کھانے والوں کے معاملات کی قباحت زیادہ زیادہ واضح ہوتی ہے جو حساب اور عتاب کا باعث بنتے ہیں اور وہ ان معاملات کو ایسے امور سے بدلتا ہے جو اللہ کی رضا کے تقرب اور عفو کا وسیلہ بنتے ہوں۔ اور اس کی طرف دعوت دینے والے امور کو "ماءِ زلال" سے دھوتا ہے، اور اپنے نفس کو اس کے لیے آراستہ و پیراستہ کرتا ہے۔

عبرت اپنے مالک کے لیے تین چیزوں کا باعث بنتی ہے۔ عمل کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے جس کا علم حاصل ہو جائے اس پر عمل کرتا ہے، اور جو نہیں جانتا اس کا علم حاصل کرتا ہے اور عبرت وہ ابتدائی بنیاد ہے جس کے آخر میں خوفِ الٰہی ہوتا ہے اور ایک ایسا آخر ہے جس کے ابتدا میں زہد ثابت ہوتا ہے اور اہلِ بصیرت اور صاف دلوں کے علاوہ کوئی عبرت حاصل نہیں کر سکتا۔

خداوند عالم نے فرمایا "اے صاحبانِ عقل عبرت حاصل کرو" نیز ارشاد ہوا "پس یہ آنکھوں کو اندھا نہیں کرتی بلکہ سینوں کے اندر دلوں کو اندھا کرتی ہے"۔ پس خداوند عالم جس کے دل کی آنکھ کو کھول کر اسے بصیرت عطا کرتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے تو گویا اسے بلند منزلت اور ملک عظیم عطا فرمایا گیا۔

باب ۹۸:

قناعت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا اگر قناعت کرنے والا قسم کھائے کہ اگر دونوں جہاں بھی اس کی ملکیت میں آ جائیں تو وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کریگا تو بھی اس کی قناعت کی منزلت کو اس کا یہ فعل نہیں پہنچ سکتا۔ تو پھر ایک بندہ اللہ کی تقسیم پر کیسے قناعت نہ کرے جبکہ خداوند عالم کا فرمان ہے۔ "ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کے معاش کو ان کے درمیان تقسیم کیا ہے" پس جو اس کا اقرار کرے اور اس کی تصدیق کرے جیسا چاہے اور جب چاہے بغیر کسی غفلت کے، اور اس کی ربوبیت کا یقین پیدا کرے تو اس کی سرپرستی کی نسبت دیگر اپنے نفس کو بغیر کسی سبب کے قناعت پر راضی کرتا ہے اور جو قسمت پر شاکر رہ کر قناعت کرتا ہے ہر قسم کی مشقت اور صعوبت سے نجات پاتا ہے اور جس قدر اس کی قناعت میں کمی ہوتی ہے اس کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ اور دنیا کی لالچ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور ایسا کرنے والا بغیر توبہ کے جہنّم کی آگ سے نجات نہیں پا سکتا۔

اس لیے حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ قناعت ایک ایسی ملکیت ہے جو زائل نہیں ہوتی یہ اللہ کی طرف سفر میں سواری کا کام دیتی ہے جو اسے اس کی بارگاہ تک پہنچاتی ہے پس چاہیے کہ جو نہیں ملا ہے اس پر توکل کرے اور جو ملا ہے اس پر قناعت کرے اگر کوئی مصیبت پہنچے تو صبر کرے اور ایسا کرنا بڑے عزم و ارادے کی بات ہے۔

باب (۹۹)

غیبت کے بیان میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا۔ ہر مسلمان پر غیبت کرنا حرام ہے اور غیبت کرنے والا ہر حالت میں گناہ گار ہے۔ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ تم کسی شخص کا ذکر اس کی ایسی صفات کے ساتھ کرو جو اللہ کے نزدیک کوئی عیب نہیں یا کسی کی مذمت کرو کہ وہ اہلِ علم کے ہاں قابلِ تعریف ہو۔ ہاں کسی شخص کی غیبت اس کی کسی ایسی صفت کے ساتھ جو اللہ کے ہاں قابلِ مذمت ہے اور اس کی ملامت کی جائے تو یہ غیبت نہیں چاہے وہ شخص اسے سن کر ناگواری کا احساس کرے۔ اس کا کوئی گناہ تم پر نہیں ہوگا لیکن اسے بیان کرنے کا مقصد حق و باطل کے درمیان فرق کرنا ہو اور اللہ اور رسولؐ کے حکم کو ظاہر کرنے اور صرف حق کے اظہار کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ ہو۔ اگر مذکورہ شرائط کا خیال نہ رکھا جائے تو وہ اپنی نیت کے فساد کی وجہ سے اگرچہ حق بات کہے لیکن گناہگار ضرور ہوگا۔ اگر تم کسی کی غیبت کرو تو اس کے پاس تذکرہ کر کے اسے بخشوالو۔ اور اگر اس تک رسائی نہیں ہو سکتی ہے تو اس کے حق میں طلب مغفرت کرو۔ اور غیبت نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی فرمائی اگر غیبت کرنے والا توبہ کرے تو سب سے آخر میں جنّت میں بھیجا جائے گا اور اگر توبہ نہ کرے تو سب سے پہلے جہنّم میں داخل ہوگا۔

خداوند عالم نے ارشاد فرمایا "کیا تمہیں یہ بات پسند ہوگی کہ تم اپنے مُردہ بھائی کا

گوشت کھاؤ، پس تم اس سے کراہت کروگے۔ اور غیبت کی قسموں میں کسی کی صورت، عقل، فعل، معاملہ اور مذہب کے عیب اور جہالت وغیرہ کا بیان ہے۔

غیبت کی بنیاد دس چیزیں ہیں۔

(۱) دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے (۲) اپنی قوم کی مدد کرنے کے لیے (۳) تہمت کے طور پر (۴) بغیر وضاحت کسی خبر کی تصدیق کرتے ہوئے (۵) بدگمانی کی بناء پر (۶) حسد کی بناء پر (۷) مذاق کے طور پر (۸) خود پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ (۹) کسی کو زچ کرنے کے لیے (۱۰) خود اچھی صفات سے آراستہ نظر آنے کے لیے۔

پس اگر تم اسلام کا ارادہ کرتے ہو تو خدا کی یاد کرو نہ کہ مخلوق کی تو اس وقت تمہارے لیے غیبت کا مقام عبرت کا مقام بنے گا اور گناہ کی جگہ تمہارے لیے ثواب کا باعث ہوگی۔